بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعلیم الایمان

بچوں اور نو مسلموں کو دین سکھانے کا طریقہ

مصنف

عبداللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

زیر سرپرستی

مولانا مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحیؒ

(صدر شعبۂ تخصص والدعوہ، دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد)

ناشر

عظیم بک ڈپو، نزد جامع مسجد دیوبند، یوپی

islamicvector.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق طباعت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کے چھپوانے کی کھلی اجازت ہے)

نام کتاب: بچوں اور نو مسلموں کو دین سکھانے کا طریقہ

مصنف: عبداللہ صدیقی

زیر سرپرستی: مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحی

کتابت: محمد کلیم الدین سلمان قاسمی (9963770669)

سن طباعت: ۲۰۰۸ء

تعداد اشاعت: ۵۰۰

قیمت:

ناشر: عظیم بکڈپو، دیوبند، یوپی۔247554

ملنے کا پتہ

AZEEM BOOK DEPOT
JAMA MASJID ISLAMIA BAZAR, DEOBAND U.P.
Ph.No: 01336-223845, Mobile: 09319525634, 9411485040
E.mail: AZEEMBOOKDEPOT@HOTMAIL

نوٹ: اس کتاب کو خاص طور سے دس سے چودہ سال کی عمر کے بچوں کیلئے تیار کیا گیا ہے تاکہ ان میں دین اسلام کا مضبوط انداز پر شعور رہے، اس لئے ماں باپ اور اساتذہ سے گذارش ہے کہ وہ اس کے ہر سبق کو ایک ایک ہفتہ سمجھاتے ہوئے سوالات کرتے جائیں اور ان کے شعور و عقل کو بڑھاتے جائیں، نو مسلم حضرات کو بھی اس کے مختلف عنوانات تھوڑا تھوڑا کرکے سمجھاتے جائیں، انشاء اللہ اس کتاب کا ہندی اور انگریزی میں ترجمہ شائع کیا جائے گا یا آپ خود بھی کر سکتے ہیں۔

(چیرمین ایمانیات سنٹر حیدرآباد، اے انڈیا)

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
اللہ تعالیٰ اور مخلوقات کا تعارف	4	اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی تفصیل	72
کیا کوئی چیز خدا ہوسکتی ہے یا خدا میں مل سکتی ہے؟	8	ایمان لانے سے پہلے اللہ کو پہچاننا ضروری ہے	72
خدا اور مخلوق کی پہچان کا طریقہ	10	شرک کی مختصر تفصیل	75
انسان کو زندگی کے تین سوالات جاننا ضروری ہے	12	انسانوں میں شرک پیدا ہونے کی وجوہات	79
ماں کا پیٹ انسان کا ایک اسٹیشن ہے	14	غور وفکر سے توحید آسانی سے سمجھ میں آتی ہے	81
دنیا کی حقیقت کو ذہن میں رکھو	15	مشرکین کی صفات	85
انسان بار بار کیوں پیدا نہیں ہوتا؟	20	انسان خدا کیسے ہوسکتا ہے؟	86
کیا دنیا کی زندگی میں مصیبتیں اور عذاب آتے ہیں	31	خدا کے ساتھ بیوی اور اولاد کا عقیدہ بہت	
دنیا میں انسان کی حیثیت نوکر اور غلام کی ہے	33	بڑا بہتان ہے	86
اسباب کی حقیقت کو سمجھو!	35	اللہ کی ذات وصفات سمجھانے کیلئے ایک مثال	88
اللہ کسی چیز کے بنانے میں اسباب کا محتاج نہیں	38	اللہ کی ذات کے بجائے صفات پر غور کیا جائے	89
تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں	41	صفات الٰہی: خالق میں غور وفکر	90
حضرت آدمؑ کا مرتبہ ومقام کیا ہے؟	42	صفت رب میں غور وفکر	92
علم کی بنیاد پر آدمؑ کو فضیلت ملی	45	صفت ملک اور حاکم میں غور وفکر	95
شیطان کی حقیقت کو سمجھو!	47	صفت ہادی میں غور وفکر	98
شیطان اللہ کی محبت پیدا نہیں ہونے دیتا	51	صفت حکیم میں غور وفکر	101
کائنات کی ہر چیز مسلمان ہے	55	اللہ تعالیٰ ہی اکیلا مالک ہے	104
کیا زبانی مان لینے سے انسان مسلمان ہوجاتا ہے؟	57	کیا نعوذ باللہ اللہ غلطی بھی کرتا ہے؟	109
اسلام کسے کہتے ہیں؟	60	کفر کی مختصر تفصیل	115
اسلام میں عبادت کے معنی کیا ہیں؟	62	منافق کی مختصر تفصیل	121
ایمان کسے کہتے ہیں؟	67	فاسق اور فاجر کی مختصر تفصیل	124
ایمان بالغیب شرط ہے	68	بدعت کی مختصر تفصیل	126

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ اور مخلوقات کا تعارف

سائنسدانوں کا خیال ہے کہ یہ زمین اور آسمان ملے ہوئے تھے، یکا یک اس میں دھماکہ ہوا، اس دھماکہ کی وجہ سے وہ ٹکرا گئے اور الگ الگ ہو گئے اور پھر آہستہ آہستہ یہ سب چیزیں ارتقائی طور پر وجود میں آ گئیں، ذرا غور کیجئے جب دو چیزیں آپس میں ٹکراتی ہیں تو وہ تباہ و برباد ہو جاتی ہیں، کیا ایک ٹرین اور بس ٹکرانے کے بعد ان کے ٹکڑوں سے ہوائی جہاز، موٹر، موٹر سائیکل نکلتے ہیں؟ یہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں! بالکل اسی طرح یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آسمان اور زمین ٹکرانے اور ان میں دھماکہ ہونے کے بعد سورج، چاند، ستارے، ہوا، پانی، درخت سب آہستہ آہستہ وجود میں آتے گئے، یہ بات بالکل ایسی ہے کہ کسی باورچی خانہ میں دھماکہ ہوا اور اس دھماکہ کے بعد چاول، گیہوں، گوشت، ترکاری سب کچھ وجود میں آ کر خود بخود پس گئے، خود بخود کٹ گئے اور خود بخود تیار ہو گئے، کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو باقاعدہ چھ (6) دنوں میں بنایا اور اس کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی حکمت و مشیت نظر آتی ہے اور ہر چیز پورے نظم وضبط اور ڈسپلین، اصول اور قاعدے کے ساتھ بنی ہوئی ہے، غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے خاص خاص کاموں اور مقاصد کے تحت تمام چیزیں بنائی ہیں، تمام چیزیں ایک دوسرے کی ضرورت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پلان اور منشاء کے مطابق بنی ہیں، دنیا میں خاص خاص مقاصد کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں اور پھر اپنی ذمہ داری ادا کرنے کے بعد چلی جاتی ہیں۔

س: کائنات کسے کہتے ہیں؟

ج: پیارے بچو! دنیا میں جتنی چیزیں ہم دیکھتے ہیں مثلاً زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے، پانی، تمام جانور، درخت، جھاڑ، پودے، پہاڑ، ندی، نالے، دریا، سمندر، انسان اور وہ تمام چیزیں جن کو ہم نہیں دیکھ سکتے مثلاً فرشتے، جنات، ہوا، جنت، دوزخ، آسمانوں

کے اندر کی تمام چیزیں، زمین کے اوپر کی تمام چیزیں، زمین کے اندر کی تمام چیزیں، زمین اور آسمان کے درمیان کی تمام چیزیں، ان سب چیزوں کو ملا کر کائنات کہتے ہیں۔

پانی کائنات کی ایک چیز اور حصہ ہے، ہوا کائنات کی ایک چیز اور حصہ ہے، زمین کائنات کی ایک چیز اور حصہ ہے، تمام درخت، پودے اور جھاڑ کائنات کی الگ الگ چیزیں اور حصہ ہیں، تمام جانور کائنات کی ایک چیز اور حصہ ہیں، جنات کائنات کی ایک چیز اور حصہ ہیں، فرشتے کائنات کی ایک چیز اور حصہ ہیں، انسان کائنات کی ایک چیز اور حصہ ہے، سورج کائنات کی ایک چیز اور حصہ ہے، چاند کائنات کی ایک چیز اور حصہ ہے، ہر ایک ستارہ اور ہر ایک سیارہ کائنات کی ایک ایک چیز اور حصہ ہے،، ساتوں آسمان کائنات کی ایک چیز اور حصہ ہیں، جنت کائنات کی ایک چیز اور حصہ ہے، دوزخ کائنات کی ایک چیز اور حصہ ہے، چونکہ کائنات میں ان تمام چیزوں کی الگ الگ پہچان ہے اس لئے ان کو الگ الگ عالم کہا جاتا ہے، **عالم** کے معنی ''دنیا'' ہے، ہر مخلوق کی اپنی اپنی الگ الگ دنیا ہے، **العالمین** جمع ہے **عالم** کی، اس لئے کائنات کی تمام چیزوں کی دنیا کو قرآن مجید کی زبان میں **العالمین** کہا گیا ہے۔

س: **کیا اللہ تعالیٰ بھی کائنات کی ایک چیز اور حصہ ہے؟**

ج: نہیں! اللہ تعالیٰ کائنات کی ایک چیز اور حصہ نہیں، کائنات الگ ہے اور اللہ تعالیٰ الگ ہے، اللہ تعالیٰ کو کائنات کی چیزوں کے ساتھ نہیں ملایا جا سکتا۔

س: **کائنات کی ایک ایک چیز کو کیا کہتے ہیں؟**

ج: کائنات کی ایک ایک چیز کو مخلوق کہتے ہیں، ہوا ایک مخلوق ہے، درخت ایک مخلوق ہے، جانور ایک مخلوق ہے، زمین ایک مخلوق ہے، پہاڑ ایک مخلوق ہے، آسمان ایک مخلوق ہے، انسان ایک مخلوق ہے، جن ایک مخلوق ہے، فرشتے ایک مخلوق ہے، سورج ایک مخلوق ہے، چاند ایک مخلوق ہے، جنت ایک مخلوق ہے، دوزخ ایک مخلوق ہے، آگ ایک مخلوق ہے، سونا، چاندی، لوہا ایک ایک مخلوق ہیں وغیرہ وغیرہ، لفظ ''مخلوق'' واحد ہے اور مخلوقات اس کی جمع ہے، اس لئے کائنات کی چیزوں کو ''مخلوقات'' کہا جاتا ہے۔

س: **مخلوقات کی حقیقت کیا ہے؟**

ج: کائنات کی تمام مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور پیدا کیا ہے، ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کی مجبور ومحتاج ہے، بغیر بنائے بن نہیں سکتی اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتی، کسی مخلوق میں اپنا کوئی ذاتی کمال اور خوبی نہیں، تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کے فضل اور مدد سے اپنا اثر دکھاتی ہیں، ان کی اپنی کوئی طاقت نہیں، ان کا اپنا کوئی کمال نہیں، ان میں جو بھی طاقت وقوت ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا عطیہ اور دَین ہے، ان میں ہر وقت تغیر یعنی تبدیلی آتی ہے، عروج وزوال آتا ہے، وہ اپنی طرف سے کسی کو نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتیں اور نہ کسی کی مدد کر سکتی ہیں، وہ محتاج ہی محتاج ہیں، ان میں عیب اور نقص ہے۔

س: **مخلوقات میں عیب، نقص اور زوال کیسا ہے؟**

ج: مثلاً پانی پر غور وفکر کرو، پانی میں ہمیشہ تغیر آتا ہے، کبھی بھاپ بن کر بادل کی شکل اختیار کر لیتا ہے، کبھی سخت ہو کر برف بن جاتا ہے، کبھی گرم ہو جاتا ہے اور کبھی ٹھنڈا، زیادہ دن ایک جگہ ٹھہر جائے تو سڑ کر مردہ ہو جاتا ہے، پانی میں جو کچھ کمال اور خوبی ہے وہ اس کا اپنا ذاتی کمال اور خوبی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کمال ہے جس نے پانی کو ایسا بنایا۔

آگ پر غور کرو...... وہ مجبور اتنی ہے کہ کاغذ، گیس، لکڑی وغیرہ کے بغیر جل نہیں سکتی، مجبور اتنی ہے کہ پانی ڈالتے ہی بجھ کر ختم ہو جاتی ہے، آگ میں جلانے کی جو صلاحیت ہے وہ اس کی اپنی نہیں اللہ تعالیٰ کی ہے، بغیر اللہ کے حکم کے کسی کو نہیں جلا سکتی، اس نے اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہیں جلایا۔

سورج پر غور کرو......اس میں عروج وزوال آتا رہتا ہے، صبح ایک طرح کا ہوتا ہے، دوپہر میں ایک طرح کا اور شام کو ایک طرح کا ہوتا ہے، اسکی روشنی اور گرمی ہمیشہ کم زیادہ ہوتی رہتی ہے، جب اس پر گہن لگتا ہے تو وہ بے نور ہو جاتا ہے، ہر روز طلوع ہوتا اور غروب ہوتا ہے، گویا ہر روز زندہ ہوتا اور مرتا ہے، غور کرو کیسا محتاج ہے۔

زمین پر غور کرو......زمین میں بھی ہمیشہ تغیر آتا رہتا ہے، کبھی زلزلہ آجائے تو ہل

جاتی ہے، پانی کے بغیر کچھ بھی اُگا نہیں سکتی، گرما میں مردہ بن جاتی ہے، برسات میں زندہ ہو جاتی ہے۔

انسان پر غور کرو...... پیدائش سے موت تک مجبور و محتاج رہتا ہے، اگر غذا، ہوا اور پانی نہ ملے تو فوراً مر جاتا ہے، انسان میں ہمیشہ تغیر آتا ہے، بچے سے جوان ہوتا ہے اور جوان سے بوڑھا ہو جاتا ہے، اس میں نقص یہ ہے کہ آنکھوں کے بغیر دیکھ نہیں سکتا، پاؤں کے بغیر چل نہیں سکتا، ہاتھوں کے بغیر کام نہیں کر سکتا، انسان میں جو کچھ بھی کمالات اور خوبیاں ہیں وہ اس کی اپنی ذاتی کمالات و خوبیاں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بخشش، دین اور عطا ہیں، اللہ تعالیٰ اگر اپنا فضل نہ فرمائے تو وہ پاگل بن کر پھرتا رہتا ہے بات کرنے، کھانے پینے، کپڑے پہننے کی بھی صلاحیت نہیں رہتی۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کائنات میں جتنی چیزیں ہیں وہ تمام کی تمام مخلوقات ہیں اور ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد اور سہارے کے بغیر نہ زندہ رہ سکتی ہے اور نہ کچھ کر سکتی ہے، ان میں عیب ہی عیب ہے، نقص و زوال ہے، ان میں نہ اپنا ذاتی کوئی کمال ہے اور نہ کوئی خوبی اور نہ طاقت ہے۔

س: اللہ تعالیٰ میں اور کائنات کی مخلوقات میں فرق کیا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ میں اور کائنات کی مخلوقات میں زمین، آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے، یعنی اللہ تعالیٰ میں اور کائنات میں کسی طرح کی کوئی برابری اور مماثلت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ الگ ذات ہے اور کائنات الگ مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ کی مثل اور مثال کوئی چیز ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عروج و زوال سے پاک ہے، اللہ تعالیٰ کو کسی نے پیدا نہیں کیا، نہ بچپن، جوانی اور بوڑھاپے جیسے حالات سے وہ گذرتا ہے، اللہ تعالیٰ کو کھانے پینے، ہوا، پانی، غذا کسی چیز کی محتاجی اور حاجت نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی طرح موت آتی ہے، اللہ تعالیٰ کو کسی قسم کی حاجت اور ضرورت ہے ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ خالق ہے اور کائنات کی تمام چیزیں مخلوقات ہیں یعنی اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا اور کائنات کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مالک ہے اور کائنات اس کی مملوک (ملکیت) ہے، کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ سے پلنے والی ہے، اللہ تعالیٰ کائنات کا شہنشاہ اور حقیقی حاکم ہے اور کائنات کی ہر چیز اس کی رعیت (محکوم) اور غلام ہے۔

س: کیا کائنات کی کوئی چیز خدا ہوسکتی ہے؟ یا خدا میں مل سکتی ہے؟ یا خدا جیسی بن سکتی ہے؟

ج: اس بات کو اس مثال سے یوں سمجھو! صرف سمجھانے کیلئے یہ مثالیں دی جارہی ہیں۔

موٹر کی مثال...... ایک شخص لوہا، لکڑی، کانچ، ربر، پٹرول، بیاٹری وغیرہ کے ذریعہ موٹر کار تیار کرتا ہے، تیار کرنے کے بعد وہ شخص موٹر کے اوپر بیٹھے یا موٹر کے اندر بیٹھے یا موٹر کے نیچے لیٹ جائے ہر حال میں موٹر موٹر ہی رہیگی اور وہ انسان انسان ہی رہیگا، انسان چاہے موٹر سے کتنا ہی قریب آجائے پھر بھی موٹر کی کوئی چیز یعنی لوہا، آئینہ، ربر، پٹرول، بیاٹری وغیرہ انسان نہیں بن سکتیں اور نہ ان میں انسان کی صفات پیدا ہوسکتی ہیں، اسی طرح انسان کا جسم اور جسم کا کوئی حصہ لوہا، ربر یا پٹرول اور بیاٹری جیسا نہیں بن سکتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ اس کائنات کے کسی حصہ کے قریب آجائے یا کسی کے دل میں رہے یا کائنات کی کوئی مخلوق ترقی کرکے اللہ کا قرب حاصل کرلے پھر بھی وہ چیز نہ خدا بن سکتی ہے اور نہ خدا وہ چیز بن سکتا ہے۔

مکان کی مثال...... اسی طرح ایک انسان اینٹ، سمنٹ، پتھر، لوہا اور لکڑی استعمال کرکے ایک شاندار مکان تیار کرتا ہے، اب سمجھو کہ جیسے مکان کی اینٹ مکان کا ایک حصہ اور ایک چیز ہے، سمنٹ مکان کا ایک حصہ اور ایک چیز ہے، لوہا مکان کا ایک حصہ اور ایک چیز ہے، پتھر مکان کا ایک حصہ اور ایک چیز ہے، دروازے اور کھڑکیاں مکان کا حصہ اور چیزیں ہیں، کمرے مکان کے علحدہ علحدہ حصے اور چیزیں ہیں مگر وہ انسان جو اس گھر کا مالک ہے، مکان کا حصہ اور چیز نہیں، وہ علحدہ ہے مکان علاحدہ ہے، اس میں اور مکان میں کوئی برابری ہی نہیں، اگر اس گھر کا مالک دیواروں، کمروں، دروازوں سے کتنا ہی قریب

آجائے یا مکان کی چھت پر بیٹھ جائے یا کمرے کے اندر یا مکان کے تہہ خانہ میں چلا جائے تو مکان یا مکان کا کوئی حصہ نہیں بن سکتا اور نہ مکان کی کسی چیز میں مالکِ مکان کی صفات پیدا ہوسکتی ہے، اسی طرح انسان جو مکان کا مالک ہے اس کے جسم کا کوئی حصہ اینٹ، پتھر، لوہا، سمنٹ، لکڑی بھی نہیں بنتا، مکان ایک الگ چیز ہے اور اس کا مالک ایک الگ ہستی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ ایک ایسی ذات ہے جو اس پوری کائنات کا مالک ہے، کائنات کی کوئی چیز کتنی ہی ترقی کر کے اللہ کے قریب ہوجائے پھر بھی مخلوق ہی رہے گی اور اللہ تعالیٰ کائنات کی کسی چیز سے کتنا ہی قریب آجائے وہ اللہ ہی رہے گا، مخلوق نہیں بن سکتا۔

ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں عرش تک جانے کے باوجود بندے اور عبد ہی رہے، اس تشریح سے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ کائنات کی کوئی بھی مخلوق نہ خدا بن سکتی ہے اور نہ اس میں خدا کی صفات پیدا ہوسکتی ہیں اور نہ وہ خدا میں مل سکتی ہے، اس لئے نہ انسان خدا ہے، نہ سورج خدا ہے، نہ چاند خدا ہے، نہ زمین خدا ہے، نہ فرشتے خدا ہیں، نہ کوئی درخت خدا ہے، نہ کوئی جانور خدا ہے اور نہ روپیہ پیسہ خدا ہے، کوئی مخلوق نہ تو اس زندگی میں خدا ہوسکتی ہے اور نہ بعد کی زندگی میں اسے خدا میں ملنے کا درجہ حاصل ہوسکتا ہے۔

اس تشریح سے یہ بات بھی آسانی سے سمجھ میں آرہی ہے کہ غیر مسلم جو یہ تصور رکھتے ہیں کہ انسان یا دوسری مخلوقات میں خدائی صفات وکمالات ہیں اور انسان مرنے کے بعد ترقی کر کے خدا کا جزو بن جاتا ہے بالکل غلط عقیدہ اور خیال ہے۔

خالق ہمیشہ خالق ہی رہے گا اور مخلوق ہمیشہ مخلوق ہی رہے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆

خدا اور مخلوق کی پہچان کا طریقہ

دنیا میں بہت سے لوگ مخلوقات کو بھی خدا سمجھتے ہیں، لیکن پیارے بچو! مخلوقات میں سے کوئی مخلوق خدا نہیں ہے، مخلوقات کی آسان پہچان حسب ذیل صفات سے ہوتی ہے، اچھی طرح سمجھ لو کہ:

- جو پیدا ہوتا ہے وہ خدا نہیں بلکہ مخلوق ہے۔
- جسے موت آتی ہے وہ خدا نہیں، مخلوق ہے۔
- جس کو بھوک، پیاس لگتی ہے وہ خدا نہیں، مخلوق ہے۔
- جس کو نیند اور اونگھ آتی ہے وہ خدا نہیں، مخلوق ہے۔
- جس کو پیشاب پاخانہ کی حاجت ہوتی ہے وہ خدا نہیں، مخلوق ہے۔
- جس کو سانس لینے کی ضرورت ہوتی ہے وہ خدا نہیں، مخلوق ہے۔
- جس کو مخلوقات کی طرح جسم ہو وہ خدا نہیں، مخلوق ہے۔
- جس کے بیوی بچے ہوں وہ خدا نہیں، مخلوق ہے۔
- جو دوسروں کی مدد کا محتاج ہو وہ خدا نہیں، مخلوق ہے۔
- جس پر عروج وزوال آتا ہو وہ خدا نہیں، مخلوق ہے۔
- جو بیمار ہوتا ہو وہ خدا نہیں، مخلوق ہے۔
- جس کا علم محدود اور عارضی ہو وہ خدا نہیں، مخلوق ہے۔
- جس کی قوت سماعت وبصارت محدود اور عارضی ہو وہ خدا نہیں، مخلوق ہے۔

پیارے بچو! بغیر غذا کے زندہ نہ رہنا غذا کی محتاجی ہے، بغیر پانی کے زندہ نہ رہنا پانی کی محتاجی ہے، بغیر ہوا کے زندہ نہ رہنا ہوا کی محتاجی ہے، نیند لینا ایک محتاجی ہے، پیشاب، پاخانہ (بول وبراز) کرنا ایک محتاجی ہے، بیوی بچوں کی ضرورت بھی ایک محتاجی ہے، ہاتھ، پیر، کان، آنکھ اور ناک کے بغیر کوئی کام نہ کرسکنا ایک عیب اور محتاجی ہے، دوسروں سے مدد

لینا ایک محتاجی ہے، دور کی آواز اور آہستہ آواز نہ سننا ایک محتاجی ہے، بغیر روشنی کے اندھیرے میں نہ دیکھنا ایک محتاجی ہے، دیوار کے پیچھے، زمین کے اندر، سمندروں کی گہرائی اور آسمانوں کے اندر نہ دیکھنا ایک محتاجی ہے، دلوں کے خیالات نہ جاننا ایک محتاجی ہے، ہر مخلوق کی بات نہ سمجھنا ایک محتاجی ہے، ایک ہی وقت میں ہر مخلوق کی آواز نہ سننا ایک محتاجی ہے، ایک ہی وقت میں ہزاروں چیزوں کو نہ دیکھنا ایک محتاجی ہے، ایک ہی وقت میں ہزاروں مخلوقات کی مدد نہ کرنا ایک محتاجی ہے، تمام مخلوقات میں یہ سب محتاجی ہی محتاجی ہے اور جو محتاج ہو وہ خدا کیسے ہوسکتا ہے؟ اور جو محتاج و مجبور ہو وہ دوسروں کی ضرورتوں کو کیسے پورا کرسکتا ہے؟ انسان اور دوسری تمام مخلوقات ہر گھڑی ہر منٹ اللہ تعالیٰ کی محتاج ہی محتاج ہیں، پھر وہ خدا کیسے ہوسکتی ہیں؟

بچپن، جوانی اور بوڑھاپے سے گذرنا عروج وزوال ہے، سورج کا صبح طلوع ہونا اور شام کو غروب ہونا عروج وزوال ہے، زمین کا گرما میں مردہ ہوجانا اور برسات میں زندہ ہوجانا عروج وزوال ہے، جو اس طرح کا محتاج ہو، جو عیب ونقص سے پاک نہ ہو اور جس پر عروج وزوال آتا ہو وہ خدا نہیں، مخلوق ہے۔

اسلام کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے

PRAY ONLY TO THE CREATER

NOT TO THE CREATIONS

"خالق کی عبادت کرو مخلوق کی نہیں!"

☆☆ اللہ ☆☆

انسان کو زندگی کیلئے تین سوالات کا جاننا ضروری ہے

انسان کو دنیا کی زندگی صحیح طریقہ پر گذارنے کے لئے حسب ذیل تین سوالات کے جوابات جان کر زندگی گذارنا ضروری ہے تب ہی وہ کامیاب ہوسکتا ہے:

(۱) انسان کہاں سے آرہا ہے؟ (۲) دنیا میں کیوں آیا ہے؟

(۳) دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد کہاں جائے گا؟

اگر ایک انسان ٹرین میں سفر کرے اور سفر کے دوران اس سے یہ پوچھا جائے کہ آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ اور کہاں جارہے ہیں؟ اور کیوں سفر کررہے ہیں؟ اور وہ کہدے کہ نہیں معلوم، تو ہم اس کو بیوقوف اور پاگل کہیں گے، جب دنیا کے سفر میں ہر شخص جانتا ہے کہ وہ کہاں سے نکلا ہے، کہاں جارہا ہے اور کیوں نکلا ہے، بغیر مقصد کے سفر نہیں کرتا تو زندگی کے سفر میں بھی ہمیں ان سوالات کے جوابات معلوم کرنا ضروری ہے۔

س: انسان کہاں سے آرہا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت (پیٹھ) سے اس نے ساری اولاد آدمؑ کو نکالا جو قیامت تک آنے والی تھی، ان کو ایک جگہ جمع کیا، اربوں، کھربوں انسان جو قیامت تک آنے والے تھے ان کا مجمع تھا، روحیں جمع کردی گئیں جو چیونٹی کی طرح تھیں، ہر انسان کی جوڑیاں بھی قائم کردی گئیں، جس کا جس سے نکاح ہونے والا تھا وہ عورت اس کے پاس ہی کھڑی ہوئی تھی، گویا وہیں پر شوہر اور بیوی بنادئے گئے، ان سب کو حق تعالیٰ نے اپنا جمال دکھایا جس کی وجہ سے ہر ہر انسان کے دل میں اپنے مالک کی تڑپ اور محبت قائم ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے ان سب سے کلام فرمایا اور ارشاد فرمایا: **اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ** (کیا میں تمہارا پروردگار نہیں؟) تمام انسانوں نے جواب دیا: **بَلٰی** (بیشک کیوں نہیں آپ ہی ہمارے پروردگار ہیں!)

تمام کے تمام انسانوں نے اللہ کے مالک اور رب ہونے کا اقرار کیا اور اس کی

ربوبیت و پرورش کو مانا، حق تعالیٰ نے فرمایا، اس عہد کو نہیں بھولنا، میں اس عہد کو یاد دلانے کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجوں گا جو تمہیں یہ عہد یاد دلائیں گے، اپنی زندگی درست کر کے قیامت کے دن میرے سامنے آنا ہوگا، اس دن یہ مت کہنا کہ ہمیں تو دنیا میں کسی نے کچھ بتایا ہی نہیں، ہم کو کسی نے ہدایت ہی نہیں کی، پھر ارشاد فرمایا: اے آدم! میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنی ربوبیت کا اقرار ان سب کے دلوں میں ڈال دیا ہے، زمین کو گواہ کیا، آسمان کو گواہ کیا اور اپنا جمال دکھا کر اپنی محبت پیدا کر دی، سوال کا جواب دلا کر اپنی ربوبیت کا اقرار کرالیا کہ میں تم سب کا رب ہوں اور یہ کہ تم غافل نہ بننا۔

پھر تمام انسانوں کو ان کی پشت میں واپس کر دیا، پھر حضرت آدم علیہ السلام کے دنیا میں آنے کے بعد ان کو اولاد ہوئی اور انسان باپ در باپ، نسل در نسل منتقل ہوتے ہوئے دنیا میں آرہا ہے۔ اس تشریح سے یہ ثابت ہوا کہ انسان ''عالم اَلَست'' سے آرہا ہے، اس کی پہلی منزل ''عالم اَلَست'' ہے۔

س: انسان کی زندگی کہاں سے شروع ہوئی اور کہاں ختم ہوگی؟

ج: انسان کی زندگی عالم اَلَست سے شروع ہوئی اور جنت یا دوزخ پر ختم ہوگی۔

س: انسان کی زندگی کے کون کونسے اسٹیشن ہیں ان کے نام بتاؤ؟

ج: انسان نکلا ہے عالم اَلَست سے اور اس کی آخری منزل ہے آخرت، درمیان میں اس کو مختلف اسٹیشنوں پر ٹھہرتے ہوئے جانا ہے، انسان کی زندگی کے مختلف اسٹیشنس یہ ہیں: (۱) عالم اَلَست (۲) نسل در نسل باپ دادا کی پیٹھ (۳) ماں کا پیٹ (۴) دنیا (۵) عالم برزخ (قبر) (۶) حشر کا میدان (۷) جنت یا دوزخ۔

☆☆ اللّٰہ ☆☆

ماں کا پیٹ انسان کا ایک اسٹیشن ہے

انسان نسل درنسل خاندان درخاندان منتقل ہوتا ہوا ماں کے پیٹ میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ انسان کو ماں کے پیٹ میں ۷/ یا ۸/ یا ۹/ مہینوں تک رکھتا ہے چونکہ ماں کے پیٹ کے بعد اس کو دنیا میں آنا ہوتا ہے اس لئے اس کو ماں کے پیٹ میں روح کے ساتھ جسم اور جسم کے اعضاء دئے جاتے ہیں تا کہ وہ دنیا میں آ کر اچھے اور برے اعمال کرنے کا اختیار و آزادی رکھے، صرف روح ہوتی تو وہ اچھے یا برے اعمال نہیں کرسکتی تھی، اس لئے روح کو بات کرنے کیلئے زبان دی گئی، روح کو حق و باطل دیکھنے، سمجھنے اور اقرار کرنے کیلئے دل، دماغ، زبان، آنکھیں اور کان دئے گئے، روح کو خواہشات پوری کرنے جسم اور جسم کے ساتھ شرمگاہ دی گئی، اس لئے روح کے امتحان کی خاطر روح کو جسم، زبان، آنکھ، ناک، کان، دل و دماغ، ہاتھ، پیر سب کچھ ماں کے پیٹ میں دئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے روح جسم کے ساتھ مختلف اعمال سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتی ہے یا نافرمانی کرتی ہے، چنانچہ انسان جسم کی مدد سے صحیح اور غلط اعمال کر کے جنتی یا جہنمی بنتا ہے، جب دنیا سے جانے کا وقت آتا ہے تو جسم اور روح دونوں الگ الگ ہوجاتے ہیں، جسم قبر کے حوالے ہوجاتا ہے، کوئی بھی مردہ جسم کو دیکھ کر یہ نہیں کہتا کہ یہ فلانے صاحب ہیں بلکہ یہ کہتا ہے کہ یہ فلانے صاحب کی لاش یا میت ہے، اصل انسان تو وہ تھا جو روح کی شکل میں اس جسم میں موجود تھا، بغیر روح کے مردہ جسم اچھے برے اعمال نہیں کرسکتا، نہ اپنی جگہ سے ہل سکتا ہے، اسی طرح جب حساب دینے کا وقت آجائے گا تو روح نے جسم کے ساتھ جو بھی اطاعت یا نافرمانی کی ہے اس کی جزاء اور سزاء کا مزا اور بدلہ لینے کیلئے پھر اللہ تعالیٰ روح کو جسم دیں گے، صرف روح کو سزا یا جزا نہیں دی جائے گی بلکہ سزا اور جزا کیلئے جسم اور روح دونوں چیزیں دی جائیں گی تا کہ انسان کو پورا پورا اور صحیح بدلہ اور حساب ملے، اس لئے ماں کا پیٹ دراصل انسان کو اعضاء دینے کی جگہ ہے۔

دنیا کی حقیقت کو خوب اچھی طرح سمجھو!

س: دنیا انسانوں اور جنوں کے لئے کیا ہے؟

ج: دنیا انسانوں اور جنوں کے لئے امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے۔

س: کیا دنیا انسانوں کا اصلی گھر اور ٹھکانہ نہیں؟

ج: ہاں دنیا انسانوں کا اصلی گھر اور ٹھکانہ نہیں بلکہ صرف امتحان گاہ ہے۔

س: پھر انسانوں اور جنوں کا اصلی گھر اور ٹھکانہ کونسی جگہ ہے؟

ج: انسانوں اور جنوں کا اصلی گھر اور ٹھکانہ آخرت ہے، وہاں وہ یا تو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے یا ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

س: دنیا مومنوں اور کافروں کے لئے کس قسم کی جگہ ہے؟

ج: دنیا کافروں (یعنی اللہ کا انکار کرنے اور صحیح نہ ماننے والے مشرک و باغی) انسانوں کیلئے جنت اور مومن (اللہ تعالیٰ کی اطاعت و غلامی کرنے والوں) کیلئے قید خانہ ہے۔

س: دنیا میں کس قسم کا امتحان لیا جارہا ہے؟

ج: دنیا میں امتحان یہ ہے کہ آیا انسان اور جن اللہ کو پہچان کر مانتے ہیں یا نہیں اور اطاعت و بندگی اسی کی کرتے یا نہیں۔

س: دنیا کے اس امتحان میں کیا کرنا ہے؟

ج: دنیا کے اس امتحان میں اللہ تعالیٰ کسی کو نظر نہیں آتا، اللہ تعالیٰ کو بغیر دیکھے پہچاننا اور ماننا، اُسی کی مرضیات پر زندگی گذارنا ہے۔

س: دنیا میں انسانوں اور جنوں کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟

ج: دنیا میں انسانوں اور جنوں کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بغیر دیکھے پہچان کر اس پر ایمان لائیں اور اسی سے سب سے زیادہ محبت کر کے اسی کی عبادت و غلامی کریں۔

س: دنیا کے اس امتحان میں سب سے اہم اور ضروری سوال کونسا ہے؟

ج: دنیا کی زندگی میں انسان کو اللہ تعالیٰ نظر نہیں آتا اس لئے دنیا کے اس امتحان میں سب سے اہم اور ضروری سوال انسان کے لئے یہ ہے کہ وہ بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ کو صحیح طور پر پہچانے اور اس پر ایمان لا کر اسی کی غلامی کرے، اگر پہچان صحیح نہ ہوگی تو ایمان بھی صحیح نہ ہوگا اور خالص اللہ تعالیٰ کی غلامی نہ ہوگی۔

س: دنیا کی اصل حیثیت کیا ہے اور یہ کس قسم کی جگہ ہے؟

ج: دنیا کی اصل حیثیت یہ کہ وہ دار العمل ہے یعنی وہ جگہ جہاں اچھے اور برے اعمال کرنے کی آزادی واختیار دیا جائے، دنیا میں انسانوں اور جنوں کو اچھے اور برے عمل کرنے کی آزادی اور اختیار دیا گیا ہے، اس لئے دنیا عمل کرنے کی جگہ ہے۔

س: زندگی کے سفر میں دنیا کا مقام کیا ہے؟

ج: انسانی زندگی کے سفر میں دنیا کا مقام ایک اسٹیشن کی طرح ہے، جس طرح ریل گاڑی اپنے اصلی مقام تک پہنچنے سے پہلے درمیان کے اسٹیشنوں پر رکتی ہوئی گذرتی ہے اسی طرح انسان آخرت میں جانے سے پہلے کچھ مدت کے لئے امتحان کی خاطر دنیا میں رکتا ہے اور پھر چلا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں انسان رات دن ہمارے سامنے سے موت کے ذریعہ غائب ہوتے جارہے ہیں، اسی لئے ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دنیا میں ایک مسافر کی طرح زندگی گذارنے کی تعلیم دی ہے۔

س: دنیا میں کامیاب ہونے کے لئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر کونسی چار شرطیں بیان کی ہیں؟

ج: دنیا میں کامیاب ہونے کیلئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ العصر میں قسم کھا کر یہ چار شرطیں بیان کی ہیں کہ وہی لوگ کامیاب ہوسکتے ہیں جو یہ چار شرطیں پوری کریں گے۔

(۱) ایمان لانا (۲) عمل صالح اختیار کرنا (۳) حق کی دعوت دینا (۴) صبر اختیار کرنا۔

س: دنیا میں رہ کر کس چیز کی تیاری کرنا ہے؟

ج: دنیا میں رہ کر آخرت یعنی مرنے کے بعد والی زندگی کی تیاری کرنا ہے، برائی سے بچ کر نیکی والے راستہ پر چلنا ہے، دوزخ کے راستہ سے بچ کر جنت والے راستہ پر چلنا ہے، دنیا میں رہ کر انسان یا تو جنت والے بنیں گے یا دوزخ والے بنیں گے۔

س: دنیا میں انسانوں کے لئے سب سے قیمتی چیز کیا ہے؟

ج: دنیا میں انسانوں کیلئے سب سے قیمتی چیز دنیا کا وقت یعنی انسان کی عمر (زندگی) ہے، دنیا کا ایک ایک سکنڈ اور ایک ایک منٹ انسان کی زندگی کو بناتا ہے یا بگاڑتا ہے، انسان کی زندگی (عمر) برف کی طرح ہے، جس طرح برف ایک ایک منٹ اور ایک ایک سکنڈ پگھلتی اور کم ہوتی جاتی ہے اسی طرح انسان کی زندگی بھی ایک ایک منٹ اور ایک ایک سکنڈ کم ہوتی چلی جاتی ہے، اس لئے انسان کی عمر سب سے قیمتی چیز ہے۔

س: دنیا میں گھاٹے اور نقصان اور خسارے والی زندگی کونسی ہے؟

ج: دنیا میں گھاٹے اور نقصان والی زندگی کو برف کی مثال سے سمجھو، اگر برف کا تاجر اپنی برف کی حفاظت نہ کرے اور اس کے پگھلنے سے پہلے اس سے روپیہ نہ کمالے بلکہ غفلت میں رہے اور برف کو پگھل کر پانی کی شکل میں بہہ جانے دے تو ایسا تاجر بیوقوف ہوگا اور اس کی تجارت گھاٹے اور نقصان والی ہوگی، بالکل اسی طرح اگر کوئی انسان دنیا کی اس امتحان والی زندگی میں اللہ تعالیٰ کو نہ مانے یا اللہ تعالیٰ کو مانتے ہوئے اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرے اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی نہ گذارے تو یہ انسان کے لئے گھاٹے، خسارے اور نقصان والی زندگی ہوگی، وہ اپنی عمر یعنی زندگی کو برف کی طرح ضائع اور برباد کرے گا، دنیا کی اس زندگی سے یا دنیا کے اس وقت اور مہلت سے آخرت والی زندگی نہ بنائی جائے تو انسان کے لئے بہت بڑا گھاٹا اور نقصان ہے۔

س: دنیا کی اِس زندگی میں آخرت والی کمائی کیسے حاصل کی جاسکتی ہے؟

ج: جس طرح ایک برف کا بیچنے والا اپنی برف کی حفاظت کر کے اس کو پگھلنے سے پہلے ہی روپیہ میں بدل لیتا ہے بالکل اسی طرح انسان اپنی اس زندگی کے وقت اور عمر کو

اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر زندگی گذارے تو اس کی یہ عمر اور وقت آخرت کی دولت میں بدل جائے گی، یہی آخرت کی کمائی اور دولت ہوگی۔

س: آخرت کے مقابلہ دنیا کی مثال کیا ہے؟

ج: آخرت کے مقابلہ دنیا ایک دوکان کی طرح ہے یا آخرت کے مقابلہ دنیا ایک کھیت کی مانند ہے، جیسے ایک دوکاندار کے دولت کمانے کی جگہ دوکان ہوتی ہے اور وہ دوکان سے دولت کما کر لے جاتا ہے اور گھر میں عیش اور سکون کے ساتھ زندگی گذارتا ہے، دوکان اس کا اصلی گھر نہیں ہوتا، محنت کرنے کی جگہ ہوتی ہے، اگر کوئی دوکان پر آجائے اور اس کو فلم دیکھنے یا کھیل کود دیکھنے کیلئے بُلائے تو اس کی طرف وہ توجہ نہیں کرتا اور اپنے کام میں لگا رہتا ہے اور انکار کرتا ہے، اس طرح وہ اپنے دوکان کے اوقات میں وقت برباد نہیں کرتا اور زیادہ سے زیادہ کمائی حاصل کرتا ہے بالکل اسی طرح دنیا کی زندگی میں آخرت کی کمائی زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا ہے اور وقت کو ضائع و برباد نہیں کرنا ہے۔

ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا آخرت کی کھیتی ہے، جو یہاں بوئیں گے وہی وہاں کاٹیں گے، کسان جو بیج ڈالے گا وہی پائیگا، بالکل اسی طرح انسان دنیا کی اس زندگی میں نیکی کے بیج ڈالے گا تو آخرت میں نیکی کے پھل کاٹے گا اور اگر برائی کے بیج ڈالے گا تو برائی کے پھل کاٹے گا، انسان کی زندگی کے دو حصے ہیں، جس طرح کھیت میں پودے کی زندگی کے دو حصے ہوتے ہیں پودا پھول، پھل، لکڑی اور پتے، گھانس دے کر سوکھ جاتا ہے اور مر جاتا ہے' پھر پودے کے مرنے کے بعد پودے کی دوسری زندگی سے اچھے یا برے پھل حاصل کئے جاتے ہیں، اچھے پھلوں سے مزے حاصل کئے جاتے ہیں' ان کے عمدہ لکڑی، پتے، گھانس سب کام میں لائے جاتے ہیں، دولت اور عیش کمایا جاتا ہے، خراب لکڑی کو آگ کی نذر کر دیا جاتا ہے، کیڑا اور بدبودار، سڑے ہوئے پھل کچرے کی نذر ہو جاتے ہیں، بالکل اسی طرح دنیا کے اس کھیت میں انسان پہلے اچھے یا برے اعمال کرتا ہے پھر مر جاتا ہے، مرنے کے بعد اچھے یا

برے اعمال کا بدلہ حاصل کرتا ہے، اچھے اعمال کے بدلے میں جنت کا عیش و آرام اور مزے لوٹتا ہے اور برے اعمال کے بدلے میں جہنم اور اس کی سزا پاتا ہے۔

س: دنیا میں سب سے عقلمند اور سمجھدار انسان کون ہوگا اور وہ کیا کرے گا؟

ج: دنیا میں سب سے بڑا عقلمند اور سمجھدار انسان وہی ہوگا جو اپنے مالک کا کھا کر، مالک کے آسمان کے نیچے سو کر، مالک کی زمین پر رہ کر، مالک کی ہوا پانی اور غذائیں استعمال کر کے مالک کو پہچانے اور مالک ہی کو مالک مانے اور دن رات مالک کی مرضیات پر زندگی گذارے اور مرنے کے بعد مالک کے پاس جواب دینے کا احساس رکھے، دنیا عقلمندوں کے لئے مال غنیمت ہے۔

س: دنیا میں سب سے بڑا بے وقوف اور پاگل انسان کون ہے؟

ج: دنیا میں سب سے بڑا بیوقوف اور پاگل انسان وہ ہے جو اللہ کی زمین پر رہے اللہ کے آسمان کے نیچے سوئے اور اللہ تعالیٰ کی ہوا، پانی، غذائیں کھائے پیئے اور استعمال کرے اور پھر یا تو اللہ کو نہ مانے یا اللہ کے علاوہ دوسروں کو بھی اللہ جیسا سمجھے اور اللہ تعالیٰ کی غلامی نہ کرے اور مرنے کے بعد آخرت میں جواب دینے کی فکر ہی نہ کرے تو یہ سب سے بڑا بے وقوف انسان ہوگا، دنیا بیوقوفوں کیلئے غفلت کا سامان ہے۔

س: آخرت کو بنانے اور سنوارنے کی کونسی جگہ ہے؟

ج: آخرت کو بنانے اور سنوارنے کی صرف ایک ہی جگہ ہے اور وہ دنیا ہے، جس نے دنیا میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور غلامی کی اس نے آخرت کو بنالیا اور سنوار لیا اور جس نے دنیا میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت و غلامی سے منہ موڑا' اس نے آخرت کو تباہ و برباد کرلیا، اس لئے کہ آخرت کو بنانے اور سنوارنے کی صرف ایک جگہ دنیا ہی ہے۔

س: دنیا کی زندگی میں کامیاب کونسے لوگ ہوں گے؟

ج: دنیا کی زندگی میں وہی لوگ کامیاب ہوں گے، جو بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ کو مانیں گے اور ایمان لا کر اسی کی عبادت و غلامی کریں گے۔

س: دنیا کی زندگی میں ناکام کونسے لوگ ہوں گے؟

ج: دنیا کی زندگی میں فیل (ناکام) وہی لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کا انکار کریں گے یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلوقات کو اللہ تعالیٰ جیسا مانیں گے اور شریک کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں۔

س: کیا انسان دنیا میں بار بار پیدا ہوتا ہے؟

ج: انسان دنیا میں بار بار پیدا نہیں ہوتا صرف ایک ہی بار پیدا ہوتا ہے۔

س: بار بار کیوں پیدا نہیں ہوتا؟

ج: اس لئے کہ پیدا ہونا امتحان کے لئے ہے، ایک بار جب اس نے امتحان دیدیا تو مزید امتحان دینے کی ضرورت نہیں ہے، آخرت والی زندگی کا امتحان دنیا کے اسکولوں اور مدرسوں کی طرح بار بار نہیں ہوتا صرف ایک بار ہوتا ہے۔

قرآن وحدیث کے مطابق انسان حشر کے میدان میں جب سب کچھ دیکھ لے گا اور اس کو حق اور سچائی معلوم ہوجائے گی تو وہ اللہ تعالیٰ سے ایک بار پھر دنیا میں بھیجنے کی درخواست کرے گا اور کہے گا کہ وہ اللہ کو مان کر آئے گا، مگر اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجے گا، اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہونے کے ناطے یہ بات جانتا ہے کہ اس کو دوسری بار تو کیا دس بار بھی بھیجے گا تو یہ کافر اور مشرک ہی ہوکر واپس آئے گا اس لئے کہ اس کو جب امتحان گاہ میں دوبارہ بھیجا جائے گا تو یقیناً اس کے دماغ سے وہ تمام باتیں جو اس نے حشر کے میدان میں دیکھیں اور حق کو جانا سب کو مٹا کر امتحان گاہ میں بھیجا جائے گا تب ہی اس کا امتحان لیا جاسکتا ہے اور اس کے بھیجنے سے پہلے اسباب کی دنیا آباد کرنے کیلئے پھر سے سورج چاند، درخت، جانور، پہاڑ، پانی، شیطان جیسے سب اسباب کو پیدا کرنا پڑے گا اور ہدایت کیلئے پھر سے کتاب اور پیغمبروں کو یکے کے بعد دیگرے بھیجنا پڑے گا کیونکہ ان تمام اسباب اور چیزوں کے درمیان اس کا امتحان لیا گیا تھا اور امتحان کیلئے صحیح غلط، اختیار و آزادی سب کچھ ہونا ضروری ہے، حق و باطل کے

درمیان شیطان اور پیغمبر دونوں کا ہونا ضروری ہے تب ہی امتحان لیا جا سکتا ہے، یہ انسان اپنے دماغ کی باتوں کو مٹانے سے پھر وہی کام کرے گا جو پہلی زندگی میں کیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ نہیں بھیجے گا۔

س: غیر مسلم کہتے ہیں کہ انسان اپنے گناہ سے پاک ہونے کیلئے دنیا میں بار بار جنم لیتا ہے، کبھی جانوروں کی شکل میں اور کبھی نباتات کی شکل میں دنیا میں پیدا ہوتا رہتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

ج: پیارے بچو! یہ بات قطعاً غلط ہے، انسان کے صرف دو ہی جنم ہوتے ہیں، ایک جنم تو دنیا میں ماں کے پیٹ سے ہوتا ہے اور دوسرا جنم مرنے کے بعد آخرت کے دن ہوگا تا کہ دنیا کی زندگی کا حساب و کتاب لیا جا سکے۔

اگر انسان جانوروں کی شکل میں پیدا ہو تو ذرا سوچو جانور تو باقاعدہ جانور ہی سے پیدا ہوتے ہیں اور تمام جھاڑ، پودے بھی پیڑ پودوں یا ان کے بیجوں سے پیدا ہوتے ہیں، سوچو! ان میں بُرے اور گنہگار انسان کہاں سے آ کر مل سکیں گے؟ ایسے انسانوں کو سوچنا چاہئے کہ وہ اگر جانوروں کا گوشت، ان کا دودھ، انڈے یا درختوں اور پودوں سے غلہ، میوہ اور ترکاریاں کھا پی رہے ہیں تو کیا وہ گنہگار انسانوں کو کھا پی رہے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ان کو تمام جانوروں کا گوشت، دودھ، انڈے اور تمام غذائیں، میوے اور غلہ نہیں کھانا چاہئے اس لئے کہ وہ جانور، درخت اور پودے نہیں کھا رہے ہیں بلکہ برے اور گنہگار انسانوں کو کھا رہے ہیں۔

بعض غیر مسلم یہ بھی کہتے ہیں کہ انسان دنیا میں بار بار اس وقت تک پیدا ہوتا رہتا ہے جب تک گناہوں سے پاک نہیں ہو جاتا، جب گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے تو وہ اب اس دنیا میں نہیں آتا۔ اگر یہ بات صحیح مان لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دنیا کے تمام چھوٹے بڑے انسان گنہگار ہی گنہگار ہیں اور موجودہ شکل میں گناہوں کی سزا بھگت رہے ہیں اور دنیا کی تمام چیزیں بھی انسان ہیں اور گناہوں کی سزا کاٹ رہی

ہیں، سوچو! یہ بات کتنی غلط ہے۔

گناہوں کی بناء پر بار بار جنم لینے کے عقیدے کا یہ مطلب بھی ہوگا کہ ہر چھوٹا بچہ بھی گنہگار رہے کیونکہ وہ پچھلے جنم کے گناہوں کی بناء پر موجودہ شکل میں آیا ہے، جبکہ دنیا کا کوئی بھی انسان چھوٹے بچے کو گنہگار نہیں کہتا بلکہ معصوم سمجھتا ہے کہ حتی کہ بار بار جنم لینے کے عقیدے والے بھی بچے کو گنہگار نہیں مانتے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ایسا عقیدہ ہے جسے خود عقیدے والے بھی ہر جگہ تسلیم نہیں کر سکتے۔

گناہوں کی بناء پر بار بار جنم لینے کے عقیدے کا ایک مطلب یہ بھی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کو گناہ کی بنیاد پر چلا رہا ہے، سوچو! گناہ کی بنیاد پر دنیا کیسے چلے گی؟ گناہ کی بناء پر تو برباد ہو جائے گی' اس لئے یہ بات بالکل غلط اور گمراہ کرنے والی ہے کہ انسان اس دنیا میں بار بار مختلف چیزوں کی شکل میں جنم لیتا ہے، حیوانات نباتات اور دنیا کی ساری چیزیں تو اللہ تعالیٰ کی باقاعدہ الگ الگ مخلوق ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خاص خاص مقاصد اور کاموں کے لئے پیدا کیا اور کرتا رہتا ہے۔

س: کیا دنیا اچھے یا برے اعمال کے بدلہ کی جگہ ہے؟

ج: نہیں دنیا اچھے یا برے اعمال کے بدلہ کی جگہ نہیں ہے، صرف دار العمل ہے یعنی عمل کرنے کی جگہ ہے۔

س: دنیا میں سزا اور انعام کیوں نہیں ملتا؟

ج: پیارے بچو! دنیا چونکہ امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے جہاں انسان کو اچھے یا برے اعمال کرنے کا اختیار دے کر رکھا گیا ہے، جس طرح ایک بچہ امتحان گاہ میں چند گھنٹوں کے لئے جاتا ہے اسے وہاں پورا اختیار ہوتا ہے کہ امتحان کے وقت کا صحیح اور پورا پورا استعمال کرے یا برباد کرے، سوالات کے جوابات لکھے یا جوابات کی کاپی پر لکیریں مارے یا کسی کو گالیاں لکھے، امتحان گاہ میں اسے کوئی نہ سزا دیتا اور نہ انعام دیتا ہے، وقت ختم ہوتے ہی پرچۂ جوابات چھین کر اُسے امتحان گاہ سے باہر کر دیا جاتا ہے، بالکل اسی طرح دنیا کا یہ امتحان ہال آخرت والے اعمال کرنے کی جگہ ہے، اس امتحان ہال میں

رہنے تک اچھے یا برے اعمال پر کوئی نہ سزا ملتی ہے اور نہ انعام، البتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کبھی کبھی غفلت سے جگانے کے لئے تنبیہ کی جاتی ہے اور اچھے اعمال کرنے والوں کو کچھ راحت و برکت ملتی رہتی ہے مگر نتیجہ چھپا ہوا ہی رہتا ہے، امتحان کا وقت ختم ہوتے ہی موت دے کر اس امتحان ہال سے فوراً باہر نکال دیا جاتا ہے۔

س: دنیا سے محبت کون کرتا ہے؟

ج: دنیا سے وہی انسان محبت کرتا ہے جو مرنے کے بعد والی زندگی کا یقین نہیں رکھتا یا آخرت کو بھولا ہوا ہوتا ہے اور دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے۔

س: دنیا کی زندگی میں امتحان کیلئے کونسا طریقہ کار رکھا گیا ہے؟

ج: اس دنیا کی زندگی میں امتحان لینے کا طریقہ کار یہ رکھا گیا ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی کو نظر نہیں آتا اس لئے انسان کا سب سے پہلا اور لازمی امتحان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بغیر دیکھے صحیح طور پر پہچانے اور اس پر ویسے ہی ایمان لائے جیسے صحابہ کرامؓ ایمان لائے تھے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو صحیح فطرت پر پیدا فرمایا ہے اور کچھ آزادی واختیار عطا فرمایا ہے، پھر اچھے برے کی تمیز دے کر کسی کو مسلم ماحول میں اور کسی کو غیر مسلم ماحول میں پیدا کیا ہے اور دونوں کیلئے یہ امتحان رکھا ہے کہ وہ انسان جو مسلم ماحول میں پیدا ہوا ہے وہ صحیح معنیٰ میں اپنی پسند اور چاہت سے مسلمان بنے اور اسلام کے مطابق زندگی گذارے اور غیر مسلم ماحول والوں کو ایمان کی دعوت دیتے رہے، جو انسان غیر مسلم ماحول میں پیدا کیا گیا ہے وہ ایمان واسلام کی حقیقت سمجھے اور حقیقت سمجھ میں آتے ہی بغیر کسی تاخیر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اس کا فرمانبردار بندہ بن جائے۔

(۳) اسی طرح انسانوں کے لئے یہ بھی امتحان ہے کہ وہ اسباب کے بیچ میں رہ کر اسباب سے اپنی ضرورتیں پوری کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر نگاہ رکھے اور اللہ ہی کو مانے، اسباب سے نفع ونقصان کی امید نہ رکھے اور اسباب میں خدائی طاقت نہ مانے۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے دنیا کو کچھ اس طرح سے بنایا ہے کہ اس میں ہر انسان کی زندگی

چوبیس گھنٹے امتحان ہی امتحان بنی ہوئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کسی کو دولتمند بنا کر امتحان لے رہا ہے، کسی کو غریب بنا کر امتحان لے رہا ہے، کسی کو صحت وتندرستی دے کر امتحان لے رہا ہے، کسی کو بیمار بنا کر امتحان لے رہا ہے، کسی کو حکومت اقتدار اور طاقت دے کر امتحان لے رہا ہے اور کسی کو عوام اور رعایا بنا کر امتحان لے رہا ہے، کسی کو خوشی دے کر اور کسی کو غم دے کر امتحان لے رہا ہے، کسی کو خوف، بھوک، پیاس، موت اور نقصان دے کر امتحان لے رہا ہے، کسی کو کامیابی دے کر اور کسی کو ناکامی دے کر امتحان لے رہا ہے، اسی طرح کسی کو مرد اور کسی کو عورت اور کسی کو باپ، بھائی، بیٹا، شوہر بنا کر اور کسی کو ماں، بیٹی، بہن اور بیوی بنا کر امتحان لے رہا ہے۔

دنیا کی زندگی انسان کیلئے امتحان ہی امتحان ہے، اگر سب کے سب امیر ہوتے یا سب کے سب غریب ہوتے، سب کے سب بیمار ہوتے یا سب کے سب صحتمند اور تندرست ہوتے، سب کے سب مرد ہوتے یا سب کے سب عورتیں ہوتیں تو دنیا کا انتظام صحیح طور پر نہیں چل سکتا تھا اسلئے اس دنیا کا انتظام صحیح طور سے چلانے کیلئے اور سب کا امتحان لینے کیلئے امیر کے ساتھ غریب کو رکھا گیا، صحتمند کے ساتھ بیمار کو رکھا گیا، کامیابی کے ساتھ ناکامی کو رکھا گیا، مرد کے ساتھ عورت کو، شوہر کے ساتھ بیوی کو، ماں باپ کے ساتھ اولاد کو رکھا گیا تاکہ سب کا امتحان زندگی کے الگ الگ شعبوں میں ہوتا رہے اور دنیا کی ضرورتیں بھی پوری ہوتی رہیں۔

اس تشریح سے یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ میں آتی ہے کہ اگر کسی کو دولت، صحت اور اقتدار یا خوشی ملی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی دلیل نہیں ہے اور اگر کسی کو غریبی، بیماری، غلامی یا غم ملا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی دلیل نہیں ہے، اگر کسی کو دنیا میں کامیابی ملی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی دلیل نہیں اور اگر کسی کو ناکامی ملی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی نہیں، اگر کسی کو اولاد، ماں باپ ملے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی دلیل نہیں اور اگر کسی کو ان سے محروم رکھا گیا ہے تو وہ ناراضی نہیں، غرض دنیا جزاوسزا اور بدلہ کی جگہ نہیں، صرف امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے۔

(۵) اسی طرح اللہ تعالیٰ بہت ساری چیزوں کو حرام و حلال، پاک و ناپاک، جائز و ناجائز، نیکی و بدی رکھ کر بھی انسانوں کا امتحان لے رہا ہے، دوسری طرف اس میں انسانوں ہی کا بے انتہاء فائدہ بھی ہے، وہ حرام، ناپاک اور ناجائز چیزوں سے بچ کر اپنے جسم کو نقصانات سے بھی بچا سکتے ہیں اور آخرت میں جہنم کی آگ سے بھی بچ سکتے ہیں۔

س: کیا دنیا کی تمام نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہیں؟

ج: دنیا کی تمام چیزیں اور تمام نعمتیں عارضی اور ختم ہونے والی ہیں، دنیا کی خوشحالی اور پریشانی بھی عارضی ہے، دنیا کی امیری وغریبی بھی عارضی ہے، دنیا کی کامیابی و ناکامی بھی عارضی ہے، انسان کی عزت و ذلت، انسان کی خوبصورتی، انسان کی دولت، انسان کی حکومت، انسان کی ڈگریاں، انسان کی قوت وطاقت، انسان کی صحت وتندرستی، انسان کے بیوی بچے، ماں باپ، انسان کا علم وہنر سب کچھ عارضی اور ختم ہونے والی چیزیں ہیں۔

انسان کا ایمان وعمل: دو ہی چیزیں باقی رہنے والی ہیں

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ انسانوں کے دنیا کے اعتبار سے تین دوست ہیں:

(۱) ایک وہ جو مرتے ہی ساتھ چھوڑ دیتا ہے، وہ اس کا عہدہ، کرسی، جائیداد، مال و دولت ہے، مرتے ہی دوسرے اس کے مالک بن جاتے ہیں۔

(۲) دوسرا وہ جو اس کے ساتھ قبر تک جاتا ہے پھر ساتھ چھوڑ دیتا ہے، وہ اس کے رشتہ دار، دوست احباب ہیں جو اس کو قبر تک لیجاتے اور قبر میں ڈالتے اور مٹی ڈال کر قبر کو بند کر کے واپس آجاتے ہیں، گویا وہ قبر تک ساتھ دیتے ہیں اور پھر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔

(۳) تیسرا وہ جو انسان کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ رہتا ہے، وہ اس کا ایمان اور عمل ہے جو اس کے ساتھ آخرت تک ساتھ رہتا ہے، اس لئے انسان کو چاہیئے کہ وہ ایمان اور عمل والے دوست کے ساتھ دوستی کرے۔

س: دنیا انسانوں ہی کیلئے امتحان اور آزمائش کی جگہ کیوں ہے؟ دوسری مخلوقات کا امتحان کیوں نہیں لیا جارہا ہے؟

ج: تمام مخلوقات میں انسان اور جن ہی ایسے ہیں جنہیں عمدہ عقل دی گئی اور کچھ اختیار و آزادی دی گئی ہے، اچھے اور برے کی تمیز دی گئی ہے، وہ چاہیں تو گناہ سے بچ کر نیکی کر سکتے ہیں اور اپنی مرضی سے غلط راستہ کو چھوڑ کر صحیح راستہ پر چل سکتے ہیں، وہ آنکھوں کا استعمال صحیح بھی کر سکتے ہیں اور غلط بھی کر سکتے ہیں، وہ زبان سے خدا کا اقرار بھی کر سکتے ہیں اور انکار بھی کر سکتے ہیں، وہ کان رکھ کر حق سن سکتے ہیں یا اپنے کانوں کو بند رکھ سکتے ہیں، اس کے برعکس دوسری مخلوقات کو نہ اختیار ہے اور نہ آزادی، نہ وہ گناہ کر سکتی ہیں اور نہ نیکی و نافرمانی کا اختیار ہی رکھتی ہیں، جو اللہ تعالیٰ حکم دے وہی کرتی ہیں' اس لئے ان کا امتحان نہیں لیا جا رہا ہے، صرف جن و انسان کا اطاعت و نافرمانی کا اختیار اور آزادی ہونے کی وجہ سے امتحان لیا جا رہا ہے۔

س: دنیا کی اس امتحان گاہ میں کامیاب اور ناکام ہونے والے انسانوں کی پہچان کیا ہے؟

ج: کامیاب ہونے والے انسانوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ سچے دل سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور اپنی زندگی کے تمام کاموں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے رہتے ہیں، ان کو اور ان کی زندگی کے کاموں کو دیکھ کر دوسرے لوگوں کو اللہ یاد آتا ہے، وہ نماز بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر پڑھتے ہیں، وہ کماتے بھی ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر اور آپؐ ہی کے طریقہ پر خرچ کرتے ہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہی شادی بیاہ کرتے ہیں، وہ کسی سے دوستی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے واسطے کرتے ہیں اور دشمنی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے واسطے کرتے ہیں، وہ کسی کو کچھ دیتے بھی ہیں تو اللہ تعالیٰ کے واسطے اور کسی کو دینے سے ہاتھ روکتے ہیں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے واسطے، وہ اپنے ہاتھوں سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے، وہ اپنی زبان اور شرمگاہ کی پوری حفاظت کرتے ہیں، وہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور ہر عمل اور ہر حالت سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی ظاہر کرتے ہیں۔

ان پر جب مصیبت آتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں اور اپنی ہر حاجت و ضرورت پر اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگتے ہیں، ان کو نیکیوں سے محبت اور لگاؤ ہوتا ہے اور وہ نیکی کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں اور بُرائی اور گناہ سے نفرت ہوتی ہے، ان سے گناہ ہوجائے تو گھبراہٹ محسوس کرتے اور فوراً توبہ و استغفار کرتے ہیں، وہ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری میں مصروف رہتے ہیں، ان کی زندگی میں جنت والے اعمال ہوتے ہیں، وہ دنیا میں جنت والے راستہ ہی پر زندگی گذارتے ہیں۔

دنیا کی اس زندگی میں ناکام ہونے والے انسانوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ یا تو اللہ تعالیٰ کو مانتے ہی نہیں یا اگر مانتے بھی ہیں تو شرک کے ساتھ مانتے ہیں یا پھر برائے نام ایمان لاتے ہیں، ان کے عمل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ آخرت کے منکر ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری سے کوئی دلچسپی ہی نہیں ہوتی فسق و فجور میں، نفسانی خواہشات کے ساتھ من چاہی زندگی گذارتے ہیں، ان کو ہر برے اور گناہ کے کاموں میں مزہ آتا ہے اور نیک کاموں سے گھبراہٹ ہوتی ہے، وہ ہمیشہ نیکی سے دور بھاگتے اور برائی سے محبت کرتے ہیں، خود بھی برائی پر چلتے ہیں اور دوسروں کو بھی برائی کی دعوت دیتے ہیں اور نیکیوں سے روکتے ہیں، ان کے کمانے اور خرچ کرنے میں کوئی اسلام نہیں ہوتا، وہ حرام کماتے اور شیطان کے بھائی بن کر فضول خرچی کرتے ہیں، وہ ہر کام نام و نمود اور دِکھاوے کے لئے کرتے ہیں، ان کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے مقابلہ یہود و نصاریٰ کے طریقوں میں عزت نظر آتی ہے، وہ اپنا وقت اور عمر بس ضائع و برباد کرتے ہیں، نہ نماز پڑھتے اور نہ قرآن کو سننے اور سمجھنے کے لئے تیار ہوتے ہیں، دن رات ناچ گانوں کے بغیر ان کا وقت نہیں گذرتا، وہ آنکھوں، کانوں اور دل و دماغ کو بدکاری میں مبتلا رکھتے ہیں۔

ان کی بات چیت کا موضوع ہمیشہ صرف دنیا ہی ہوتی ہے، وہ دنیا ہی کیلئے ملاقات کرتے اور دنیا کی چیزوں سے ہی دلچسپی لیتے ہیں، ان کی تمام صلاحیتیں، ان کی دولت اور ان کا وقت صرف دنیا کمانے ہی کیلئے خرچ ہوتا ہے، ایسے انسان غول کے

غول دنیا کے کمانے کیلیئے دوڑتے ہیں، وہ دنیا پاکر خوش ہوتے ہیں اور دنیا نہ ملے تو روتے چلاّتے اور اداس ہوجاتے ہیں بلکہ ناامید ہوکر خودکشی کرلیتے ہیں، وہ اس لئے خوش ہوتے ہیں کہ ان کی دنیوی تمنائیں پوری ہوتی ہیں، وہ غمگین ہوتے ہیں تو اس لئے کہ ان کی دنیوی تمنائیں پوری ہوتی نظر نہیں آتی ہیں۔

دنیادار ناکام انسان کے نزدیک آج کی عزت، آج کا آرام اور آج کا مقام و مرتبہ پالینے کا نام کامیابی ہوتا ہے، ان کا مال مٹّی اور گارے ہی میں خرچ ہوتا ہے، وہ ہمیشہ دنیا کمانے اور دنیا کو سجانے میں مصروف رہتے ہیں، ان کے نزدیک دنیا کے بنگلے، دنیا کی ڈگریاں اور دنیا کی دولت حاصل کرلینے ہی کا نام زندگی اور کامیابی ہوتا ہے، ان کو اپنی اور اپنے بچوں کی دنیا بنانے اور بسانے کی خاطر اپنی آخرت برباد کرنے کا کوئی خیال تک نہیں آتا، وہ جب بات کرتے ہیں تو گالیاں دیتے ہیں، فحش بکتے اور بے حیائی و بے شرمی کی باتیں کرتے ہیں، جھوٹ بولتے اور امانت میں خیانت کرتے ہیں، وعدہ پورا نہیں کرتے، ان کی زندگی میں دوزخی اعمال ہوتے ہیں اور وہ دنیا میں دوزخ کے راستہ پر ہی زندگی گذارتے ہیں۔

دنیا کی لذتوں اور گناہوں کی مثال:......گاؤں کے لوگ جانوروں کا فضلہ ایک جگہ جمع کرتے ہیں، ہوائیں اس پر مٹی کی تہہ جمادیتی ہیں، بارش اس پر نہایت عمدہ سبزہ اُگادیتی ہے، نیچے' گوبر، جس نے نہیں دیکھا اس کی آنکھیں اس سبزہ پر فریفتہ ہوجاتی ہیں اور وہ اس سبزہ پر لوٹتا ہے، اسی طرح دنیا میں شراب، ناچ گانا بجانا، بے پردگی، بے حیائی، برہنہ فیشن، حرام کمائی، رشوت وسود، مختلف عیاشیاں یہ سب اسی فضلہ کی طرح ہیں جس پر نہایت عمدہ سبزہ نظر آتا ہے، بیوقوف نادان انسان ظاہری سبزہ کی خوبصورتی پر فریفتہ ہوکر اس فضلہ کی ڈھیر پر لوٹتا اور اپنے آپ کو گندگی میں بھر لیتا ہے۔

س: کیا دنیا کی آبادیاں چھوڑ کر سنّیاس لیکر اور رہبانیت اختیار کر کے زندگی گذارنا صحیح ہے؟

ج: دنیا کی آبادی کو چھوڑ کر جنگلوں یا پہاڑوں پر سنّیاس لیکر یا رہبانیت کے ذریعہ نن

سسٹر یا نن برادر بن کر یا جوگی یا جوگن یا داسی بن کر زندگی گذارنا بالکل غلط ہے اور انسانی زندگی کے خلاف ہے۔

پیارے بچو! اگر کوئی انسان سنّیاس لیکر جنگل میں زندگی گذارے اور کسی جھاڑ کے نیچے بیٹھ کر آنکھ بند کر کے تپسیا کرتا رہے تو ذرا سوچو کہ وہ اگر نوکری اور تجارت نہ کرے گا تو اس کو کھانا، کپڑا اور دوا کیلئے پیسہ کہاں سے آئے گا؟ وہ اگر بیمار ہو جائے تو اس کی خدمت کون کرے گا؟ یا پھر دنیا میں اگر سب لوگ سنّیاس لیکر جنگلوں میں زندگی گذارنا شروع کر دیں تو کھیتی کون کرے گا؟ تجارت اور نوکری کون کرے گا؟ بیوی بچوں کو کون پالے گا؟ غلہ، ترکاریاں اور میوؤں کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر کون پہنچائے گا؟ لوگ بوڑھے اور ضعیف ہو جائیں تو کون خدمت کرے گا؟ سرحدوں کی حفاظت کون کرے گا؟ اسی طرح اگر کوئی نن سسٹر یا نن برادر بن کر زندگی گذارے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی فطرت کے خلاف چلے گا اور انسان اپنی فطرت کے خلاف چل ہی نہیں سکتا اور زبردستی چلے تو ناکام و پریشان ہو جاتا ہے۔

صحیح انسانی زندگی تو یہ ہے کہ انسان انسانوں کے ساتھ رہے، شادی بیاہ کرے، بیوی بچوں اور ماں باپ کو سنبھالے، نوکری اور تجارت کرے، لوگوں کے درمیان رہ کر لوگوں کی کڑوی کسیلی باتوں کو سنے اور ان کی اصلاح کرے، علم پھیلائے، بیماری اور پریشانی میں ایک دوسرے کی خدمت کرے۔

اس لئے آبادیوں کو چھوڑ کر جنگلوں میں رہنا، سنیاس لینا یا نن سسٹر یا نن برادر بن کر زندگی گذارنا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہے اس لئے انسان کا امتحان یہ ہے کہ انسانوں کے درمیان نیکی اور بُرائی کے ماحول میں رہ کر بُرائی سے بچے اور نیکی اختیار کرے، صحیح اور غلط راستہ سامنے ہوتے ہوئے غلط راستہ کو ترک کرے اور صحیح راستہ اختیار کرے۔

س: دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزاد کیوں رکھا؟ اس کے ظلم وستم پر فوراً پکڑ کیوں نہیں لیتا؟

ج: پیارے بچو! یہ ایک بہت ہی اہم سوال ہے اس کو غور سے سمجھو، دنیا چونکہ امتحان اور

آزمائش کی جگہ ہے امتحان لینے کیلئے حسب ذیل چیزیں ضروری ہیں:

(۱) جس کا امتحان لیا جارہا ہے اس کو آزاد چھوڑا جائے۔

(۲) امتحان کے لئے کچھ وقت کی مہلت دی جائے۔

(۳) امتحان کیلئے شر اور خیر، اچھا اور بُرا، صحیح اور غلط دونوں کی طاقت دی جائے۔

امتحان کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ برائی کرنے کی قوت دے کر برائی سے بچنے کا اختیار دیا جائے اور نیکی کرنے کی صلاحیت دی جائے، اگر برائی اور ظلم پر فوراً سزا دی جائے تو وہ امتحان نہیں کہلاتا، امتحان تو مہلت کے ساتھ ہوتا ہے، نتیجہ بعد میں ظاہر ہوتا ہے۔

س: دنیا میں نیک اور بدلوگ الگ الگ کیوں نہیں ہیں؟

ج: پیارے بچو! جس طرح تمہارے اسکول کی امتحان گاہ میں تمہارا امتحان لیا جاتا ہے، امتحان کا وقت ۳/ گھنٹے مقرر ہوتا ہے اور تم کو پوری آزادی واختیار ہوتا ہے کہ تم چاہو تو پورے سوالات حل کرو یا چاہو تو امتحان کا وقت برباد کر کے خالی کاپی واپس دیدو، امتحان کے دوران کوئی تمہاری پکڑ نہیں کرتا اور نہ امتحان کے دوران سزا دیتا ہے، تمام لڑکے جو پڑھنے لکھنے والے اور جو آوارہ پھرنے والے اور نکمّے ہوتے ہیں، سب مل جل کر ایک کے پیچھے ایک صف بہ صف بیٹھتے ہیں مگر نتیجہ نکلنے کے بعد کامیاب اور ناکام دونوں کے الگ الگ گروپ ہوجاتے ہیں، کامیاب بچوں کا مقام الگ، ناکام بچوں کا مقام الگ ہوجاتا ہے۔

بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا کی اس امتحان گاہ میں انسان کو کچھ آزادی و اختیار دے کر ایک خاص مدت کے لئے چھوڑ دیا ہے، امتحان کا وقت ختم ہونے تک کوئی پکڑ نہیں کرتا، ہر طرح سے چھوٹ دے کر رکھی ہے، انسان چاہے تو نیکی کرے یا چاہے تو برائی کرے، نیکی اور برائی کرنے کی پوری طاقت بھی دیدی ہے، دنیا کے امتحان کا وقت ختم ہونے تک نیک اور بد دونوں کو ایک ساتھ رکھتا ہے، مگر جیسے ہی امتحان کا وقت ختم ہوجاتا ہے، موت کے ذریعہ دونوں کو اس امتحان گاہ سے باہر نکال دیتا ہے اور دونوں کو علٰحدہ علٰحدہ مقام میں رکھتا ہے۔

یادرکھو کہ اچھائی اور برائی کے ماحول کے بغیر نیز اچھائی اور برائی کرنے کی قوت دئے بغیر امتحان نہیں لیا جا سکتا، مثلاً کسی کے آنکھ ہو تو یہ کہنا درست ہوگا کہ فلاں چیز دیکھو اور فلاں چیز مت دیکھو لیکن جس کے آنکھ ہی نہ ہو، اس کو یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ فلاں چیز دیکھو اور فلاں چیز مت دیکھو، اسی طرح کسی کو بھوک لگتی ہو تو اس کو یہ ہدایت کرنا ٹھیک ہوگا کہ فلاں چیز کھاؤ اور فلاں مت کھاؤ، لیکن جس میں بھوک لگنے کی صفت ہی نہ ہو اس کو یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ فلاں چیز کھاؤ اور فلاں چیز مت کھاؤ، اسی طرح اگر گناہ کرتے ہی سزا دی جائے تو پھر وہ امتحان نہیں، امتحان کیلئے ضروری ہے کہ ایک خاص مدت مہلت کے ساتھ دی جائے۔

س: کیا دنیا کی زندگی میں مصیبتیں اور عذابات آتے ہیں؟

ج: ہاں دنیا کی اس امتحانی زندگی میں تین طرح کی مصیبتیں اور عذابات آتے ہیں!

(۱) کفر اور شرک کی وجہ سے انسانوں پر عذابات کا آنا:۔ کافر اور مشرک انسانوں کی ظلم و زیادتیوں پر ان کو ہلاک کرنے اور ان کو ذلت میں مبتلا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ عذاب نازل کرتا ہے، چنانچہ مختلف زمانوں میں عذاب آئے اور ہلاک کردئے گئے، یہ عذابات کہیں بیماریوں کی شکل میں، کہیں زلزلوں اور طوفان کی شکل میں اور کہیں قحط اور خشک سالی کی شکل میں آتے ہیں، حضرت نوحؑ کے زمانہ میں زبردست پانی کا طوفان آیا اور پوری قوم کو ڈوبا کر ختم کردیا گیا، عاد و ثمود کی قوموں کو تیز ہواؤں، آندھی اور طوفان کے ذریعہ ہلاک کیا گیا، قوم لوط کو پتھروں کی بارش کے ذریعہ ہلاک کیا گیا، کہیں پر ان کی صورتیں مسخ کرکے بندر بنادیا گیا، فرعون اور اس کے ساتھیوں کو سمندر میں غرق کردیا گیا، نمرود کو معمولی مچھر ناک میں داخل کرکے عذاب دیا گیا، قارون کو اس کے مال کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا گیا، بنی اسرائیل پر مختلف قسم کے عذابات آتے تھے، آج ان پر ذلت ڈالدی گئی ہے اور وہ کسی کے سہارے زندگی گذار رہے ہیں، اصحاب فیل کو کنکریوں سے ہلاک کردیا گیا۔

(۲) عام مسلمانوں کو غفلت سے جگانے کیلئے مصیبت کا آنا:۔ عام مسلمانوں کو ان کی غفلت اور بے شعوری سے جگانے کے لئے مصیبت آتی ہے، جب ایمان والے اللہ

کی نافرمانی کرتے اور جان بوجھ کر قرآن وحدیث کے خلاف زندگی گذارتے ہیں تو ان کو ان کی غفلت سے جگانے کے لئے مصیبت میں ڈالا جاتا ہے تاکہ وہ جاگ جائیں اور توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیں، اس کے لئے ان کو کچھ وقت کے لئے ذلت اور پریشانی میں مبتلا کر دیا جاتا ہے یا ان پر دوسری قوموں کے سخت ظالم لوگوں کو اقتدار دیدیا جاتا ہے یا وہ فسادات اور جنگ کی شکل میں لٹ پِٹ جاتے ہیں، ان کی زندگیوں میں برکت ختم کردی جاتی ہے، ان کی زندگیوں میں کثیر اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں، جب ان پر عذاب آتا ہے تو ان کا اتحاد واتفاق ٹوٹ جاتا ہے اور وہ اختلافات کا شکار ہو کر گروہوں میں بٹ جاتے ہیں، روزگار تنگ ہو جاتا ہے، ان کی حکومتیں ان سے چھین لی جاتی ہیں یا وہ بیماریوں، مشکلات اور مصیبتوں میں مبتلا کر دئے جاتے ہیں۔

(۳) نیک وصالح لوگوں کے درجات کی بلندی کیلئے مصیبت کا آنا:۔ نیک اور صالح قسم کے مسلمانوں کے گناہ معاف کرنے اور ان کے درجات کو بلند کرنے کے لئے بھی مصیبتیں آتی ہیں، اللہ تعالیٰ مومنوں کے گناہ دنیا ہی میں معاف کرنے کیلئے ان پر مختلف قسم کی مصیبتیں ڈالتا اور گناہ معاف کر دیتا ہے تاکہ وہ آخرت کی تکالیف سے بچ جائیں، ان کے جان ومال اور تجارت میں نقصان کر کے اور اولاد چھین کر، بھوک فاقہ، بیماریوں میں مبتلا کر کے ان کی آزمائش کی جاتی ہے تاکہ وہ اللہ کے پاس بلند مقام ودرجات حاصل کرنے والے بن جائیں، چنانچہ اصحاب اخدود کو صرف ایمان قبول کرنے کی وجہ سے بڑے بڑے گڑھوں میں آگ جلا کر زندہ جلا دیا گیا، فرعون نے اپنی بیوی کے ہاتھوں اور پیروں میں کیلے گاڑ کر اوپر سے چٹان گرا کر ختم کر دیا، فرعون نے اپنے تمام جادوگروں کو ایمان قبول کرنے کی وجہ سے ایک ہاتھ اور ایک پیر کاٹ کر موت کے گھاٹ اتار دیا اور بنی اسرائیل کے ہزاروں بچوں کو قتل کر دیا، ہر زمانہ میں ایمان قبول کرنے والوں کو گھروں سے بے گھر کیا گیا، ان کے مالوں اور جانوں کو لوٹا گیا اور وطن سے بے وطن کیا گیا، ان کے پیغمبروں کو قتل کیا گیا، ان کو معاشیات میں کمزور کیا گیا، آج بھی دنیا کی تمام دوسری قومیں متحد ہو کر مسلمانوں کا قتل عام کر رہی ہیں، عورتوں کی عزتیں لوٹ

رہی ہیں، ان کے کاروبار، مکانات، دکانات کو تعصب کی بنیاد پر فساد برپا کر کے لوٹ رہی ہیں، قیامت تک ایمان والوں کو لوٹا اور پیٹا جائے گا، ان پر ظلم وزیادتی کی جائے گی، ایمان کی وجہ سے ان کو ستایا جائے گا۔

اس تشریح کی روشنی میں انسانوں کو اپنی زندگی کا جائزہ لینا چاہئے کہ اگر وہ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں زندگی گذار رہے ہیں اس کے باوجود اگر ان پر مصیبتیں آرہی ہیں تو وہ اللہ کی طرف آزمائش وامتحان ہے اور اگر وہ نافرمانی اور بغاوت میں زندگی گذار رہے ہیں تو ایسی صورت میں مصیبتوں کا آنا ان کیلئے غفلت اور بیہوشی سے جگا کر دین کی طرف متوجہ کرنا ہے۔

دنیا میں انسان کی حیثیت نوکر اور غلام کی سی ہے

دنیا میں انسان کی حیثیت کو سمجھنے کی آسان مثال

دنیا کی حکومتیں مختلف لوگوں کو مختلف علاقوں میں گورنر یا وائسرائے یا حاکم بنا کر کچھ اختیارات دیتی ہیں کہ وہ اس علاقہ میں حکومت کے قوانین کو جاری کریں اور اُن پر خود بھی عمل کریں اور ان کا لوگوں کو بھی پابند بنائیں، اب اگر وہ حاکم اور گورنر حکومت کی مرضی پر چلنے اور حکومت کے قوانین کو نافذ کرنے کے بجائے خود کو مالک اور بادشاہ سمجھے اور حکومت کے قوانین کی جگہ اپنے بنائے ہوئے قوانین نافذ کرے اور حکومت کی نافرمانی کرے تو وہ غدار اور نمک حرام اور باغی کہلائے گا، ایسے نوکر کو پکڑ کر سزا بھی دی جائے گی۔

ایماندار اور وفادار وہ حاکم اور گورنر ہے جو ہر لمحہ ہر گھڑی اپنے آپ کو بھی اور عوام کو بھی حکومت اور حکومت کے احکام کے تحت چلائے اور اپنی گورنری کے ذریعہ اپنے مالک اور بادشاہ کی حاکمیت کو اس علاقہ میں قائم کرے، بالکل اسی طرح تمام کائنات میں سوائے زمین کے ہر جگہ اللہ تعالیٰ ہی کے احکام کے تحت ہی تمام کام انجام پاتے ہیں، کسی کو کسی قسم کا اختیار اور آزادی ہی نہیں، صرف زمین کو اللہ تعالیٰ نے امتحان کی جگہ بنا کر انسان کو آزادی واختیار دیا کہ وہ اپنی مرضی سے اللہ کے قانون کو خود پر اور زمین پر جاری

کرے، زمین ہی کائنات کا ایک ایسا حصہ ہے جہاں انسان کا کچھ اختیار چلتا ہے، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان اپنے مالک کو بغیر دیکھے مانے اور اس کی بڑائی میں زندگی گذارے اور زمین پر سے شرک، کفر، زنا، قتل، چوری، ڈاکہ، فساد، جوا، ناانصافیوں کو مٹائے، سود، شراب جیسی چیزوں کو حرام مانے اور لوگوں پر ظلم وزیادتی نہ کرے، زمین پر قرآنی احکام کے مطابق زندگی کے ضابطے اور قانون بنائے، مگر انسان کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر کچھ دیر کیلئے آزادی واختیار ملنے کی وجہ سے وہ اپنی بڑائی چلا رہا ہے اور انسانوں سے اپنی غلامی کروا رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنا اس کا اصل کام تھا، اللہ تعالیٰ کو بڑا ماننے کے بجائے اپنی بڑائی چلاتا ہے، تقریباً تمام دنیا میں انسانوں کو انسانی قانون کے مطابق زندگی گذارنے پر مجبور کیا جا رہا ہے اور پوری دنیا میں زنا، شراب، ناچ گانا بجانا، ناانصافی، فضول خرچی، سود، جوا، قتل وخون، غارت گری کو عام کر کے فساد ہی فساد برپا کیا جا رہا ہے اور انسانوں کے سکون کو غارت کر دیا، اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنے کے بجائے مخلوقات سے جوڑ کر پوری دنیا میں شرک کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغاوت کی جا رہی ہے۔

نوکر اور غلام کا کام ہے کہ وہ نوکر ہی کی حیثیت سے رہے اور مالک کے اختیارات کا ناجائز فائدہ نہ اٹھائے اس کو یہ بات اچھی طرح سمجھنی چاہئے کہ زمین پر آزادی واختیار دے کر امتحان میں رکھا گیا ہے، وہ اپنی حیثیت اور پوزیشن کو اچھی طرح سمجھے ورنہ کسی بھی لمحہ اس کو دنیا سے ختم بھی کیا جا سکتا ہے، وہ خدا کی معمولی مخلوق مچھر، مکھی کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتا، وہ خدا کے سامنے بے حیثیت ہے، اس کو تو زمین پر آزمائش کے لئے چھوڑا گیا ہے۔

☆ دنیا کی کوئی حکومت کسی انسان کو خزانے پر رکھتی یا عہدہ پر بٹھاتی ہے تو اس کو نوکر ہی کی حیثیت سے کام کرنے کا حکم دیتی ہے، اس کو مالک بن کر حکومت کرنے کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ جیسا چاہے کرتا رہے، اگر وہ مالک جیسا رول ادا کرے اور حکومت کے احکام کے خلاف اپنی مرضی کو چلائے تو سخت سزا دے کر گرفتار کر لیتی ہے۔

اسباب کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھو!

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دارالاسباب بنایا ہے لیکن دارالاسباب کا مطلب کیا ہے؟ عربی میں دار کے معنی ''گھر'' کے ہیں اور اسباب کے معنی ذرائع' جو سبب (بمعنی ذریعہ Source) کی جمع ہے تو دارالاسباب کا مطلب ہے ایسا گھر جہاں اسباب اختیار کرنا پڑتا ہے تب ہی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔

دنیا میں انسانوں کو اپنی ضرورتیں پوری کرنے کیلئے ذرائع (Sourcess) اختیار کرنے پڑتے ہیں، مثلاً غلہ اناج حاصل کرنے کے لئے کسان کو کھیتی کرنا پڑتا ہے، کھیتوں میں دھان بونا پڑتا ہے تب ہی غلہ ملتا ہے، آسمان سے چاول، گیہوں نہیں ٹپکتا، غذائیں پکانے کے لئے آگ جلا کر پکوان کرنا پڑتا ہے، اسی طرح روٹی تیار کرنے کیلئے گیہوں کو مشین میں پیسنا پڑتا ہے، تب کہیں آٹا تیار ہوتا ہے، گیہوں خود بخود آٹا نہیں بن جاتا، اسی طرح بھوک مٹانے کے لئے غذا کھانی پڑتی ہے، پیاس بجھانے کے لئے پانی پینا پڑتا ہے تب ہی پیاس بجھتی ہے، غرض کھیتی کرنے کے لئے زمین، ہوا، پانی، سورج کی روشنی اور گرمی ذریعہ ہیں، غذا تیار کرنے کے لئے آگ ذریعہ ہے، بھوک مٹانے کے لئے غذا ایک ذریعہ ہے، پیاس بجھانے کے لئے پانی ایک ذریعہ ہے، لیکن یاد رکھو اسباب میں اثر اللہ تعالیٰ نے ہی رکھا ہے، غذا میں بھوک مٹانے کی، پانی میں پیاس بجھانے کی، دواؤں میں صحت دینے کی، آگ میں جلانے کی، سورج میں روشنی اور گرمی پہنچانے کی خاصیت اللہ تعالیٰ ہی نے رکھی ہے، یہ چیزیں خود اپنی طرف سے کچھ نہیں کرسکتیں، اللہ تعالیٰ جب تک چیزوں میں اثر باقی رکھتا ہے تب تک چیزیں اثر کرتی ہیں اور جب اللہ تعالیٰ چیزوں سے اثر چھین لیتا ہے تو اسباب بے اثر اور بیکار ہوجاتی ہے، مثلاً دوا بیماریوں کو دور کرنے کا ایک ذریعہ ہے مگر ہر انسان دوا استعمال کرتے ہی اچھا نہیں ہوجاتا، دس مریضوں میں سے آٹھ اچھے ہوجاتے اور دو مرجاتے ہیں حالانکہ وہ بھی وہی دوا استعمال کرتے ہیں۔

اسباب میں نفع ونقصان کی طاقت نہیں

ہمارے گھروں میں کرنٹ حکومت کے پاور ہاؤز سے کھمبوں کے تاروں اور میٹر اور کھٹکوں کے ذریعہ بلب میں آتا ہے اسلئے کرنٹ کے آنے کے ذریعے کھمبے، تار، میٹر، کھٹکے اور بلب ہیں، اب اگر کوئی انسان یہ سمجھے کہ ہمیں کرنٹ دینے والا بلب ہے اور وہ بلب کے اوپر پھولوں کا ہار ڈال کر اور ناریل پھوڑ کر اس کو ڈنڈوت کرے تو یہ عقلمندی نہیں ،حکومت کے پاور ہاؤز میں خود بجلی پانی کے ذریعہ بنائی جاتی ہے، اسی طرح گھروں میں پانی تالابوں اور فلٹر ہاؤز اور پائپوں کے ذریعہ ٹونٹی سے آتا ہے، اب اگر ٹونٹی سے پانی نہ آنے پر کوئی شخص ٹونٹی پر پھول کا ہار ڈال کر اس سے دعا کرتا بیٹھا رہے تو یہ عقلمندی نہیں، اس لئے کہ تالابوں میں خود پانی دریا، ندی نالوں سے آتا ہے اور دریا، ندی، نالوں میں پانی آسمان سے بارش کے برسنے سے آتا ہے۔

بس ان دو مثالوں کو سامنے رکھ کر اسباب کی حقیقت سمجھو، دنیا کو اللہ تعالیٰ نے امتحان اور آزمائش کی جگہ بنایا ہے اور وہ کسی کو نظر نہیں آتا، ایسی صورت میں انسانوں اور جنوں کا امتحان لینے کیلئے ان کی بہت ساری ضرورتیں اسباب سے پوری کرتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو ذریعہ بنایا روشنی اور گرمی پہنچانے کا، ابر کو ذریعہ بنایا پانی برسانے کا، درختوں کو ذریعہ بنایا پھل پھلاری، غلہ اور اناج کا، لکڑی اور گیس کو ذریعہ بنایا آگ نکلنے کا، جانوروں کو ذریعہ بنایا گوشت، انڈے اور دودھ کا، ایسی صورت میں انسان دھوکہ کھا سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے کہ اس کی تمام ضرورتیں اسباب سے پوری ہو رہی ہیں اسلئے وہ اسباب کو نفع ونقصان دینے والا اور پالنے والا سمجھ سکتا ہے اور زلزلے، طوفان، آندھی، بیماریاں آنے پر اسباب سے نقصان کا تصور بھی قائم کر لیتا ہے، اسلئے انسان کو اسباب کی حقیقت اچھی طرح سمجھنا چاہئے کہ وہ ذریعہ ہیں اصل نہیں، ان میں نفع ونقصان کی کچھ بھی طاقت نہیں، اللہ تعالیٰ اصل ہے وہی اگر چاہے تو نفع دے سکتا ہے اور اگر چاہے تو

نقصان دے سکتا ہے، اسباب کے پیچھے اصل اللہ تعالیٰ کی قدرت کام کرتی ہے۔

☆ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے ابر بارش برساتا ہے۔

☆ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے سورج روشنی تیز پھینکتا ہے۔

☆ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے زمین میں زلزلہ آتا ہے۔

☆ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے ہوا تیز آندھی اور طوفان بن جاتی ہے۔

☆ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے سمندروں سے طغیانی اور طوفان آتے ہیں۔

☆ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے زمین قحط میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

☆ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے نئی نئی بیماریاں ظاہر ہوتی ہیں۔

☆ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے چلتے پھرتے اچھی حالت میں بھی موت آجاتی ہے۔

☆ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے روشنی ہوتے ہوئے آنکھیں کام نہیں کرتیں۔

☆ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے ہوا میں آکسیجن ہوتے ہوئے دل کام نہیں کرتا۔

☆ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کان ہوتے ہوئے سنائی نہیں دیتا۔

☆ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے دماغ رہتے ہوئے انسان پاگل ہو جاتا ہے۔

☆ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے حلق ہوتے ہوئے غذا نیچے نہیں اترتی۔

☆ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے پانی حلق سے نیچے نہیں اتر سکتا۔

☆ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے جسم سے گندگی خارج نہیں ہوتی۔

☆ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے دل کے دھڑکنے، حرکت کرنے کے باوجود دورانِ خون بگڑ جاتا ہے۔

☆ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے تو اناج کیڑوں کے حوالہ ہو جاتا ہے۔

اس لئے اسباب سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے اپنا اثر دِکھاتے ہیں، ان میں نفع و نقصان کی طاقت نہیں، اللہ تعالیٰ اسباب کا محتاج نہیں، صرف انسانوں کا امتحان لینے ان کی آزمائش کی خاطر اپنے اور انسانوں کے درمیان ذریعہ اور واسطہ بنا کر اسباب کو رکھا ہے ورنہ اسباب کی اصل کچھ بھی نہیں، وہ بغیر اسباب کے بھی سب کچھ کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی چیز کے بنانے میں اسباب کا محتاج نہیں

اللہ تعالیٰ کسی چیز کے پیدا کرنے میں اسباب کا محتاج نہیں، وہ اسباب کے ذریعہ بھی بہت ساری چیزیں پیدا کرتا ہے اور بغیر اسباب کے بھی بہت ساری چیزیں پیدا کرتا ہے، اسباب کی ضرورت ہمیں ہے، اللہ تعالیٰ بغیر سبب کے آگ میں آگ کا کیڑا پیدا کرتا ہے، گوبر اور گندگی میں کیڑے بغیر نر اور مادہ کے پیدا کرتا ہے، چاول، ترکاریوں میں بغیر نر و مادہ کے کیڑے پیدا کرتا ہے، بغیر مرغ کے صرف فیڈ سے ہر روز مرغی سے انڈے پیدا کرتا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں بات کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی، بغیر اسباب کے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پیروں کی رگڑ سے آبِ زمزم نکالا، وہ جب چاہتا ہے پانی میں معمولی سے تنکے کو بھی ڈبو دیتا ہے اور وہ چاہتا ہے تو لاکھوں ٹن وزنی جہاز پھولوں کی طرح پانی کی سطح پر تیرتے رہتے ہیں، اس نے ہوا میں معمولی لکڑی اور کنکر کو بھی نیچے گرانے کی صلاحیت رکھی مگر وہ جب چاہتا ہے ہزاروں ٹن وزنی ہوائی جہاز کو تیراتا رہتا ہے، ہوا، پانی کا جو ضابطہ ہے وہ مخلوقات کیلئے ہے اللہ کیلئے نہیں وہ جو چاہے کرسکتا ہے، اسباب کے ذریعہ بھی کرتا ہے اور بغیر اسباب کے بھی کرتا ہے، اس نے آگ کو حکم دے رکھا ہے ہر چیز کو جلا دے مگر وہی آگ اللہ ہی کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے ٹھنڈی ہوگئی، غرض یہ کہ وہ اسباب کا مجبور و محتاج نہیں، اسباب اس کے حکم سے اپنا اثر دکھاتے ہیں۔

س: تمام اسٹیشنوں میں صرف دنیا ہی میں ایمان لانے کا مطالبہ کیوں ہے؟

ج:۔ انسانی زندگی کے تمام اسٹیشنوں میں دنیا ہی ایک ایسا اسٹیشن ہے جو دارالاسباب ہے، دوسرا کوئی اسٹیشن دارالاسباب نہیں ہے، دنیا میں مخلوقات کی تقریباً تمام ضرورتیں اللہ تعالیٰ اسباب سے پوری کر رہا ہے اور وہ خود نظر نہیں آتا، اسباب کی اس دنیا میں انسان اسباب کے درمیان رہتے ہوئے اسباب سے اپنی ضرورتیں پوری ہوتا ہوا دیکھ کر اسباب

سے نفع ونقصان کا نظریہ قائم کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر سے نگاہ ہٹا کر اسباب پر جما لیتا ہے اور اسباب ہی کو اصل سمجھتا ہے، اس کے برعکس انسانی زندگی کے دوسرے تمام اسٹیشنوں پر اسباب کے ذریعہ کوئی کام نہیں ہوتا، وہاں ہر چیز خالص اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پوری ہوتی نظر آئے گی اور انسان وہاں ہر چیز اللہ تعالیٰ سے ہونے کو دیکھتا رہے گا اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو اپنا رب اور مالک بھی نہیں مانے گا، صرف دنیا ہی ایسی جگہ ہے کہ وہ یہاں اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو بھی اللہ جیسا سمجھتا ہے اور ان سے بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرح خوف ومحبت رکھتا ہے، اور ان سے بھی نفع ونقصان کا تصور رکھ کر ان سے بھی پلنے کا عقیدہ قائم کر لیتا ہے، اسی لئے انسانی زندگی کے سفر میں صرف دنیا ہی میں انسانوں سے ایمان لانے کا مطالبہ ہے، یہاں پر بھی اگر انسان سکرات شروع ہو جانے کے بعد کلمہ پڑھے تو وہ ایمان قبول نہیں کیا جاتا اس لئے کہ سکرات کے ساتھ ہی انسان کو فرشتے اور عالم برزخ کی تمام چیزیں دِکھائی دینا شروع ہو جاتی ہیں اور اسباب پر سے نگاہ ہٹ جاتی ہے۔

س: زندگی کے دوسرے اسٹیشنوں پر اسباب کے بغیر کام کیسے ہوتا ہے؟

ج:۔ ذرا غور کرو عالم اَلَست میں اللہ تعالیٰ قیامت تک دنیا میں آنے والے تمام انسانوں کو صرف حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا جبکہ دنیا میں انسان ماں باپ کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے، عالم اَلَست میں بغیر ماں باپ کے یعنی بغیر اسباب کے صرف حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا اور پھر بغیر اسباب کے آخر تمام انسانوں کو ان کی پشت میں داخل کیسے کر دیا؟ کیا یہ بات انسان کی عقل میں آسکتی ہے، یہ تو صرف اور صرف محض اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ تھا جو بغیر اسباب کے ہوا۔

اسی طرح ماں کے پیٹ اور بند انڈوں میں اللہ تعالیٰ بغیر کسی سانچے کے جانداروں کے جسم اور اعضاء بناتا ہے ورنہ کسی بھی غذا میں آنکھ کی جگہ آنکھ، کان کی جگہ کان، پیر کی جگہ پیر، ہاتھ کی جگہ ہاتھ بنانے کی صلاحیت ہی نہیں، یا مونث اور مذکر بنانے کی صلاحیت ہی نہیں، ماں کے پیٹ اور انڈوں میں بھی بغیر اسباب کے یہ سب کام ہوتے ہیں۔

اسی طرح قبر (عالم برزخ) حشر اور جنت، دوزخ میں سب کچھ بغیر اسباب کے

ہوگا، زمین پر انسان نے جو جو اچھے برے کام کئے زمین اس کی گواہی دے گی، قبروں سے مُردے اٹھیں گے، حشر کے میدان میں انسان کے اعضاء بات کریں گے، جنتی جو چیز کھانا چاہے گا اس کو دنیا کی طرح پیسہ اور بازار سے خرید کر لانے کی ضرورت نہیں ہوگی، وہ چیز اس کی چاہت پر خود بخود اس کے سامنے تیار ہو کر آ جائے گی، دوزخی کو بھوک پیاس اور جلنے کے باوجود موت نہیں آئے گی، اس کا چمڑا بار بار جلتا جائے گا اور پھر نیا چمڑا آتا جائے گا، غرض انسان وہاں سب کچھ بغیر اسباب کے محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھے گا اور کافر ہو کہ مشرک کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو بھی اللہ نہیں مانے گا، اس لئے وہاں پر ایمان لانے کا مطالبہ نہیں ہوگا۔

دنیا میں بھی اگر اللہ تعالیٰ مخلوقات کو نظر آتا تو دنیا نہ دارالاسباب ہوتی تھی اور نہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو ماننے کا مطالبہ کیا جاتا تھا، اس لئے کہ انسان رات دن اللہ تعالیٰ کو دیکھتا اور سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی سے ہونے کو اپنی آنکھوں کے سامنے پاتا اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو بھی خدا نہیں مانتا تھا، وہ نہ شرک کرتا اور نہ کفر کرتا تھا، خالص توحید پر زندگی گذارتا تھا اور دنیا میں ایمان لانے کا مطالبہ بھی نہ ہوتا تھا۔

☆☆ اللہ ☆☆

تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں

بعض انسانوں میں یہ غلط عقیدہ ہے کہ انسان پہلے بندر تھا پھر ترقی کر کے انسان بنا، یہ بات بالکل غلط ہے، بندر ایک جانور ہے اور شروع سے وہ جانور ہے اور اب بھی جانور ہے، ذرا غور کیجئے اگر اس نے پچھلے زمانوں میں ترقی کی ہے تو اب کیوں ترقی نہیں کر رہا ہے؟ کس نے اس کو ترقی سے روک دیا؟ انسان ایک علٰحدہ مخلوق ہے، بندر ایک علٰحدہ مخلوق ہے، اگر بام مچھلی سانپ کی طرح ہے اور بلی شیر کی طرح ہے تو کیا بام مچھلی اور بلی ترقی کر کے سانپ اور شیر بن گئے؟ ہرگز نہیں! اس لئے یہ بات بالکل غلط ہے جو شروع دنیا میں جیسا پیدا ہوا آج بھی اسی طرح کا ہے، شروع دنیا سے انسان انسان ہی پیدا ہوا اور آج بھی انسان ہے، دنیا کی تمام قوموں میں مسلمان، عیسائی اور یہودی حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا باپ مانتے ہیں، دوسرے مذاہب کے لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے واقف نہیں، اس لئے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ تمام کے تمام انسان حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کی اولاد ہیں جو مختلف ملکوں اور علاقوں میں پھیل گئے ہیں، وہ کئی فرقوں اور مذاہب میں بٹ گئے ہیں، مگر تمام انسان ایک ہی ماں باپ سے پھیلے، رنگ و نسل کے اعتبار سے، زبانوں کے اعتبار سے الگ الگ ہونے کے باوجود وہ بھائی بھائی ہیں، گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں، امیر کو غریب پر کوئی فضیلت نہیں، عرب کو عجم پر کوئی فضیلت نہیں، سب انسان خدا کی نظر میں برابر برابر ہیں، اسلئے اسلام مساواتِ انسانی کی زبردست طریقہ سے تعلیم دیتا ہے اور اونچ نیچ، ذات پات، کالے گورے جیسے گھٹیا تصورات سے انسانی سماج کو دور رکھا ہے اور یہ تعلیم دیتا ہے کہ خدا کے پاس وہی قابل قدر ہے جس کا ایمان اور عمل صحیح اور اچھا ہوگا، جو خدا سے ڈرنے اور محبت کرنے والا ہوگا اور انسانوں کو آپس میں نفرت، بغض و عداوت سے روکتا ہے اور نماز، روزہ اور حج میں ایک ساتھ مل جل کر ٹھہرنے اور سب کو ایک ہی طرح کی عبادت کرنے کی تعلیم دی ہے، اسی طرح کوئی بھی انسان خدا کی اولاد نہیں ہے، ذرا غور کرو! جانور سے جانور پیدا ہوتا ہے تو خدا سے انسان کیسے پیدا ہوگا؟

آدم علیہ السلام کے زمانہ میں تمام انسان اسلام ہی پر تھے

حضرت آدم علیہ السلام سے جو اولاد پھیلی وہ تمام کی تمام اسلام پر زندگی گذارتی اور وہ ہدایت یافتہ تھی، گویا شروع میں انسان ہدایت پر زندگی گذارتے تھے لیکن پیغمبروں کے چلے جانے کے بعد انسانوں نے وحی کی تعلیم میں نئی نئی باتیں ملا کر دین کی شکل کو بگاڑ دیا اور توحید کے ساتھ ساتھ شرک ملتا گیا اور دین اسلام کی تعلیمات بگڑتی گئیں یا پھر پیغمبروں کے چلے جانے کے بعد ہر قوم صرف اپنے پیغمبر ہی سے محبت رکھتی تھی، نئے آنے والے پیغمبر کو نہیں مانتی تھی اور گذرے ہوئے پیغمبر کے نام سے ایک نیا دین بنالیا، جن لوگوں کے پاس آسمانی کتاب سرے سے تھی ہی نہیں' ان کی قوم کے پیشواؤں نے اپنے دماغ سے روحانی تعلیم کیلئے مختلف قسم کی باتیں یا تو دوسرے مذاہب سے نقل کر کے یا اپنی عقل سے بتلا کر اس کا نام ایک مذہب دیدیا، اس طرح دنیا میں سینکڑوں مذاہب وجود میں آگئے اور انسانوں سے انتہائی عقل سے بعید کام کرواتے چلے گئے اور انسان آنکھیں بند کر کے اپنے باپ دادا کی تقلید میں بس ان گمراہ مذاہب پر چل پڑے، چنانچہ بڑے بڑے پڑھے لکھے انسانوں تک کو ہوش نہیں کہ وہ مذہب کے نام پر کتنے گرے ہوئے بے عقلی کے کام کر رہے ہیں اور ان کاموں کو کر کے بڑا اطمینان اور سکون محسوس کرتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کا مرتبہ کیا ہے؟

مسجود ملائکہ بنا کر انسان کو اس کا مرتبہ ومقام سمجھا دیا گیا

اللہ تعالیٰ جب حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا تو تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدمؑ کو سجدۂ تعظیم کریں یعنی آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ بنایا، تمام فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر فوراً آدم علیہ السلام کو سجدہ کر دیا، پیارے بچو! آدم علیہ السلام کی تخلیق کو فرشتوں سے سجدہ کروا کر گویا تمام مخلوقات سے تعظیم کروائی گئی اور انسانوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ وہ تمام مخلوقات میں

افضل اور اشرف ہیں، تمام مخلوقات انسانوں سے چھوٹی ہیں اور ان کی خدمت کرنے والی ہیں، اس لئے وہ تمام مخلوقات میں بڑے ہو کر خدا کے علاوہ کسی دوسرے کے آگے جھکنے والے نہ بنیں، وہ اپنے مقام اور مرتبہ کو یاد رکھیں اور اپنی بے عزتی نہ کرالیں، ساری دنیا کی چیزیں ان کے لئے ہیں اور وہ صرف خدا کی عبادت اور بندگی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، مگر انسان دنیا میں آ کر اپنے سے چھوٹوں اور نوکروں کو سجدہ کرتا اور ان کو بھی خدا جیسا سمجھتا اور ان سے مدد مانگتا ہے۔

تمام چیزیں انسان کی خدمت گذار اور خادم ہیں

اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ اگر ایک بچے کے والد اپنے بچے کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے چار نوکر مقرر کئے، ایک نوکر کھانا پکا کر دیتا ہے، ایک نوکر کپڑے دھو کر ڈالتا ہے اور ایک نوکر اسکول لاتا اور لے جاتا ہے اور ایک نوکر ڈرائیور ہے، اب بچہ باپ کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے نوکروں کو سجدہ کرتے ہوئے نوکروں کا شکریہ ادا کرے اور نوکروں کو باپ جیسا سمجھ کر ان سے مدد مانگتا رہے تو یہ بچہ خود اپنی بے عزتی کراتا ہوا اپنے مقام کو گرا رہا ہے (مثال رہبری کیلئے ہے برابری کیلئے نہیں)، بالکل اسی طرح دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کی خدمت کیلئے سورج، چاند، زمین، ہوا، پانی، درخت، پودوں، جانوروں، روپیہ پیسہ وغیرہ کو نوکر بنایا اور ان تمام چیزوں سے انسانوں کی ضرورتوں کو پوری فرما رہا ہے مگر انسان ان تمام چیزوں سے بڑا ہونے کے باوجود اپنے نوکروں کے سامنے جھک جھک کر سجدے اور دعائیں کر کر کے ان کو مالک جیسا سمجھ رہا ہے اور اپنی ہی توہین کر رہا ہے۔

ایک مسلمان کی ایک غیر مسلم سے ملاقات: ایک مسلمان کی ایک غیر مسلم سے ملاقات ہوئی، غیر مسلم لکڑی کی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، مسلمان نے غیر مسلم دوست سے کہا کہ آپ بڑے ہیں یا درخت اور زمین بڑے ہیں؟ غیر مسلم نے کہا: کہ درخت اور زمین بڑے ہیں، مسلمان نے کہا: کہ نہیں آپ بڑے ہیں، درخت اور زمین چھوٹے

ہیں، غیر مسلم نے کہا: وہ کیسے؟ تو مسلمان نے کہا کہ: آپ جس چیز پر بیٹھے ہیں وہ لکڑی سے بنی ہوئی ہے اور لکڑی درخت سے حاصل کی جاتی ہے، پھر یہ بھی غور کیجئے کہ یہ کرسی زمین کے اوپر رکھی ہوئی ہے گویا آپ درخت اور زمین پر سواری کیئے ہوئے ہیں اس لئے آپ بڑے ہیں اور درخت اور زمین چھوٹے ،مگر افسوس! انسان درخت اور زمین سے بڑا ہو کر بھی اپنے سے چھوٹی چیزوں کے سامنے جھکتا اور ان کو خدا جیسا سمجھتا ہے، اسی طرح انسان ہواؤں کو چیرتا ہوا جہازوں کے ذریعہ اڑتا ہے، پانی پر تیرتا ہے، جانوروں پر سواری کرتا ہے، مگر پھر بھی اپنے مقام اور مرتبہ کو بھولا ہوا ہے۔

انسان دنیا میں جتنی چیزیں استعمال کرتا ہے ان کو استعمال کر کے خراب کر دیتا ہے، وہ تمام چیزیں انسان کے کام کی ہیں مگر انسان ان کے کام کا نہیں، مثلاً ہوا انسان کے کام کی ہے مگر وہ ہوا کے کام کا نہیں، وہ ہوا استعمال کر کے اس کو کاربن ڈائی آکسائیڈ یعنی گندی بنا دیتا ہے، اگر ہوا ہٹالی جائے تو وہ ایک سکنڈ بھی زندہ نہیں رہ سکتا، پانی انسان کے کام کا ہے مگر وہ پانی کے کام کا نہیں، وہ پانی استعمال کر کے میلا، گندہ اور ناپاک کر دیتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ پانی ہٹالے تو وہ مر جائے گا، غذائیں انسان کے کام کی ہیں مگر وہ غذاؤں کے کام کا نہیں، وہ غذائیں استعمال کر کے فضلہ اور خون بنا دیتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ درختوں کو ہٹالیں تو وہ غذا حاصل ہی نہیں کر سکتا اور مر جائے گا، جانور انسانوں کے کام کے ہیں مگر وہ جانوروں کے کام کا نہیں، جانوروں کا دودھ، انڈے اور گوشت استعمال کر کے ان کو اپنے جسم کے پلنے کا ذریعہ بناتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ جانور ہٹالیں تو وہ بہت سے کام نہیں کر سکتا، زمین انسان کے کام کی ہے مگر وہ زمین کے کام کا نہیں، الٹا وہ زمین کو استعمال کر کے کمزور اور گندہ بنا دیتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ زمین کو ہٹالے تو وہ کہاں رہے گا؟ زراعت و کھیتی کہاں کرے گا؟ تیز رفتار سواریاں کہاں چلائے گا؟ غرض یہ کہ زمین، ہوا، پانی، سورج، چاند، ستارے، جانور، نباتات وغیرہ سب کے سب انسان کے کام کے ہیں اسی کے لئے ہیں مگر وہ کسی کے لئے اور کسی کے کام کا نہیں، ساری کی ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی خدمت کر رہی ہیں۔

علم کی بنیاد پر آدم علیہ السلام کو فضیلت ملی

قرآن مجید نے تخلیق آدمؑ کے واقعہ کو پیش کر کے یہ بھی تعلیم دی کہ تمام مخلوقات سے زیادہ علم انسان کو دیا گیا اور آدم علیہ السلام کو دوسری مخلوقات پر جو فضیلت ملی وہ علم ہی کی بنیاد پر ملی ہے، آدم علیہ السلام کو تمام کائنات کی چیزوں کا علم دیا گیا جس کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں سے زیادہ علم رکھتے تھے اور ان تمام چیزوں کو جانتے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے سکھایا تھا، چنانچہ دنیا کی تمام مخلوقات کے مقابلہ اولاد آدم انسانوں، حیوانوں، نباتات، جمادات، ہوا، پانی، سورج، چاند، زمین، ستاروں، سیاروں، معدنیات سب کا علم رکھتی ہے یہاں تک کہ معرفت الٰہی کے علاوہ جنت دوزخ، حشر کے میدان، فرشتوں وغیرہ سب کا علم رکھتی ہے، اس لئے انسان کو اپنی اس فضیلت کو یاد رکھنا چاہئے اور ہر نفع دینے والے علم کو حاصل کرنا چاہئے، اس واقعہ میں یہ سبق ملتا ہے کہ اگر اولاد آدمؑ دنیا میں بھی فضیلت کا مقام چاہتی ہو تو اللہ کے نازل کردہ علم کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا ہوگا، ورنہ وہ فضیلت حاصل نہیں کر سکتی، جانوروں سے بھی گئی گذری بنی رہے گی۔

چنانچہ ایمان والوں کو خاص طور پر اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے علمی مقام و مرتبہ کو یاد رکھ کر زندگی گذارنا چاہئے اور دنیا کی تمام قوموں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کئے گئے علم کو دنیا کے علوم کے ساتھ ساتھ سیکھ کر خود بھی اس علم کے مطابق اور دوسروں کو بھی اس علم وحی کی دعوت دے کر فضیلت حاصل کرنا چاہئے، مگر افسوس! ایمان والے حضرت آدم علیہ السلام کے مقام کو یاد نہ رکھنے کی وجہ سے دنیا کے تمام علوم میں بھی پیچھے ہیں اور وحی الٰہی قرآن مجید سے صحیح فائدہ نہ اٹھانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی پہچان اور پاک صاف، صحیح ایمان سے بھی دور ہوتے جا رہے ہیں، روحانی علم نہ خود سیکھتے اور نہ دوسروں کو سکھاتے اور دوسری قوموں کے مقابلہ دنیا کا بھی علم حاصل نہیں کر رہے ہیں اور اسی کمی کی وجہ سے وہ دوسری قوموں کے غلام بنے ہوئے ہیں۔

اسلام نے دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض کیا ہے، اس لئے

ایک مسلمان کو زندگی کے وہ تمام شعبے جس پر اس کو زندگی گذارنا ہے ان کا علم حاصل کرنا لازمی اور ضروری ہے، اگر وہ علم حاصل نہیں کرے گا تو گمراہی کا شکار ہو جائے گا۔

موجودہ زمانہ میں مسلمان قرآن مجید کا علم سطحی اور روایتی انداز پر حاصل کر رہے ہیں جس کی وجہ سے وہ زندگی کے تمام شعبوں میں اسلام کا مظاہرہ نہیں کر پا رہے ہیں، اسی طرح دنیا کے علم کا بھی حال یہ ہے کہ اس میں وہ دوسروں سے پیچھے چل رہے ہیں، جبکہ پچھلے زمانوں میں مسلمان سائنسدانوں نے پوری دنیا کو علم سکھایا، جب آپ خود ڈاکٹر بنیں گے تو دنیا کے دوسرے انسانوں کا علاج کر سکیں گے ورنہ آپ کو خود غیروں سے علاج کروانا پڑے گا، جب آپ انجینئر بنیں گے تو ہر چیز کی انجینئرنگ خود کریں گے ورنہ دوسروں سے مدد لیکر ان کے محتاج رہنا پڑے گا، جب آپ سائنسداں بنیں گے تو نئی نئی ترقیاں کر سکیں گے اور سائنس وٹکنالوجی آپ کے ہاتھ میں رہے گی ورنہ آپ دوسروں کے رحم وکرم پر زندگی گذاریں گے، آج مسلم دنیا کا حال یہ ہے کہ وہ انگریزوں کی بنائی ہوئی موٹریں، ہوائی جہاز، ریل گاڑیاں، ہتھیار، دوائیں، ٹی وی، فیاکس مشینیں، کمپیوٹر اور زراعت کے نئے نئے طریقے، ٹیلیفون نظام کو اختیار کر کے ان کی ہی بنائی ہوئی چیزوں سے فائدہ اٹھا کر اپنے آپ کو ان کا محتاج بنائے ہوئے ہیں اور ہر چیز میں ان سے مدد لیتے ہیں اور وہ پوری دنیا کے انسانوں کو اپنے علم کے بل بوتے پر غلام بنا کر رکھے ہوئے ہیں، علمی ترقی کی وجہ سے ان کی قوت بھی بڑھی ہوئی ہے اور وہ دولت بٹور رہے ہیں، مسلمان صرف ان کے مجبور ومحتاج ہیں، نہ آسمانی علم ہی صحیح سیکھتے اور نہ دنیوی علم ہی صحیح حاصل کرتے ہیں۔

☆☆ اللّٰہ ☆☆

شیطان کی حقیقت کو سمجھو اور ذہن میں رکھو!

س: شیطان کون ہے؟

ج: شیطان دنیا کی زندگی میں انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے، وہ عام طور پر انسانوں کو نظر نہیں آتا، وہ پہلے آسمانوں میں فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا، اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا تو فرشتوں اور ابلیس کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، فرشتوں نے فوراً حکم بجالایا اور سجدہ کیا مگر ابلیس اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر سجدہ نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا یا اللہ! یہ تو مٹّی سے بنا ہے اور میں آگ سے، اسلئے میں اس سے افضل ہوں، اس نافرمانی پر وہ فرشتوں سے الگ کر دیا گیا اور دربارِ الٰہی سے نکال دیا گیا، وہ اپنے آپ کو بہت بڑا عالم سمجھتا تھا اور اپنے علم کے غرّہ میں غرور و تکبر اور گھمنڈ میں مبتلا ہوا اور احساس برتری کا شکار رہا۔

س: شیطان انسان کا دشمن کب سے بنا ہے؟

ج: جب ابلیس کو دربارِ الٰہی سے نکال دیا گیا اور اس کی نافرمانی نے اس کو اس کے مقام سے گرا دیا تو وہ انسان کا دشمن بن گیا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی کہ وہ ثابت کرے گا کہ آدمؑ کی اکثر اولاد آپ کی باغی اور ناشکری ہے، اس کو قیامت تک بھٹکانے کی اجازت دی جائے، اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ کہکر اجازت دی کہ میرے خاص بندے تیری گمراہی میں نہیں آسکیں گے، اللہ کے پاس سے اجازت ملنے کی وجہ سے وہ کوئی بھی شکل و صورت بنا کر (سوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے) انسان کے پاس آسکتا ہے یہاں تک کہ وہ انسانوں کی رگوں میں خون بن کر دوڑ سکتا ہے۔

س: شیطان انسانوں سے دشمنی کر کے چاہتا کیا ہے؟

ج: شیطان اولادِ آدمؑ کا دشمن بن کر ان کو جہنم میں پہنچانا چاہتا ہے تاکہ انسان بھی اس کے ساتھ ذلّت اور عذاب میں مبتلا رہے، وہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک، کفر میں مبتلا کرواتا ہے اور اللہ کے رسولوں کا انکار کراتا اور ان کی نافرمانی کروا کر جہنم کے راستہ پر

چلاتا ہے، وہ دن رات انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے بجائے مخلوقات سے جوڑ کر رکھتا ہے۔

س: آدمؑ وحوا پر سب سے پہلا وار شیطان نے کس چیز سے کیا؟

ج: جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ وحوا کو جنت میں رکھا اور حکم دیا کہ فلاں درخت کا پھل مت کھانا، مگر شیطان جنت میں داخل ہو کر بی بی حوا کو بہکایا کہ اگر تم یہ پھل کھالو تو ہمیشہ ہمیشہ جنت ہی میں رہو گے، جب بی بی حوا اور آدم علیہ السلام اس درخت کا پھل کھالئے تو ان کے جنتی کپڑے ان سے علٰحدہ ہو گئے اور وہ ننگے ہو گئے اور پتوں سے اپنے جسم کو ڈھانک لئے، اس طرح شیطان نے سب سے پہلے ان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروا کر ننگا کر دیا۔

س: حضرت آدمؑ وحوا سے غلطی ہونے کے بعد انہوں نے کیا کیا؟

ج: حضرت آدم علیہ السلام وحوا سے غلطی ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت سے نکال دیا اور زمین پر اتار دیا، پھر حضرت آدمؑ وحوا نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور توبہ کی، اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی مگر شیطان نے نہ تو توبہ کی اور نہ غلطی کا اعتراف کیا، اس سے اولادِ آدمؑ کو یہ بھی سبق دیا گیا کہ اگر اس سے زندگی گذارنے میں غلطی، گناہ اور نافرمانی ہو جائے تو وہ اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی روش اختیار کرتے ہوئے توبہ واستغفار کرے اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر سیدھا راستہ اختیار کرے، اگر کوئی شخص شیطان کی طرح غرور وتکبر کریں گا تو جہنم کے حوالہ کر دیا جائے گا، اس کو اپنے اصلی گھر جنت میں آنا ہو تو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام پر عمل کرنا پڑے گا تب ہی وہ جنت میں داخل کیا جائے گا ورنہ اگر وہ نافرمانی اور بغاوت کرے گا تو جنت سے محروم کر دیا جائے گا۔

س: کیا شیطان صرف جنّات ہی میں ہوتے ہیں؟

ج: سورۂ ناس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ شیاطین صرف جنات ہی میں نہیں بلکہ انسانوں میں بھی ہوتے ہیں، ہر وہ جنّ اور ہر وہ انسان جو دوسروں کو گمراہ کرے اور جنت کے راستہ سے ہٹائے اور انسانوں کو اللہ کے ساتھ شرک اور کفر میں مبتلا کرائے وہ شیطان ہیں، چاہے وہ جنات میں ہو یا انسانوں میں ہو، اس لئے ان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہنے کی تعلیم دی گئی ہے، انسانی شیطان بھی انسانوں کو شرک اور کفر کی تعلیم دیتے

ہیں اور قتل، غارت گری اور چوری وڈکیتی، زنا، جوا، شراب، ناچ گانا بجانا، سود، رشوت، فضول خرچی اور گالی گلوج، عریانیت پراکساتے ہیں اور زمین پر فساد برپا کرتے ہیں۔

س: شیطان کے گمراہ کرنے کے طریقے کیا کیا ہیں؟

ج: شیطان انسانوں کو خدا کا انکار کرانے لگا تا اور کافر بنا تا ہے یا پھر انسانوں کو خدا کی خیالی مورتیاں، فوٹو اور تصویریں بنوا کر شرک میں مبتلا کراتا ہے، اللہ کو ایک اور اکیلا ماننے کے بجائے کئی کئی خداؤں کو ماننے کا تصور دیتا ہے، خدا کے ساتھ بیٹا، بیٹی کا تصور پیدا کراتا ہے، خدا میں مخلوقات جیسی مجبوریاں اور کمزوریاں اور خرابیاں لگا کر کھانے پینے، سونے جاگنے، جسم اور اعضاء کی حاجات لگا دیتا ہے، مخلوقات میں خدا جیسی صفات بتلا کر مخلوقات سے اولاد مانگنے، روزی مانگنے، صحت مانگنے، مدد مانگنے لگا تا ہے اور مخلوقات کے سامنے سر جھکانے اور ہاتھ پھیلانے لگا کر ان سے دعاء منت مرادیں مانگنے لگا تا ہے، خدا سے بڑھ کر مخلوقات سے ڈر اور خوف اور محبت پیدا کر کے گمراہ کرتا ہے۔

ہمیشہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروا کر جنت والے راستہ سے ہٹا کر جہنم کے راستہ پر چلانے کیلئے گناہ کی تعلیم دیتا ہے اور ہر گناہ کے کام کو خوبصورت ومزیدار بنا کر انسانوں کے سامنے پیش کرتا ہے، ان کو گناہ کی تعلیم دینے کے لئے اپنے بہت سارے اڈّے قائم کرتا ہے، چنانچہ اس نے ناچ گانے، فلمیں بنانے کے اسکول قائم کئے، شراب، زنا اور جُوّے کے اسکول قائم کئے، لوگوں کو گالی گلوج کا عادی بناتا ہے، فضول خرچی کا عادی بناتا ہے، حرام اور ناجائز مال، چوری، رشوت، جوڑے کی رقمیں اور دھوکہ دہی کے ذریعہ کھانے لگا تا ہے، نیم برہنہ رکھ کر آدھے جسم کے کپڑے اتار کر سب لوگوں کے سامنے ننگا پھراتا ہے، ٹی وی، ویڈیو کے ذریعہ ہر قسم کی بے حیائی سکھاتا ہے، بُتوں، درختوں، جانوروں، انسانوں، سورج، چاند، زمین یہاں تک کہ انسانی شرمگاہ کی بھی پرستش کرواتا ہے، انسانوں کو آپس میں دشمن بنا کر کتوں کی طرح لڑاتا ہے، نام ونمود، دِکھاوے اور ریاکاری کے کام کرواتا ہے، نماز سے دور رکھتا ہے، حالت نیند سے بیدار نہ ہونے اور خاص طور پر فجر کی نماز سے دور رکھنے کیلئے انسان کے کان میں پیشاب کرتا

ہے، غرض یہ کہ اللہ کے تمام احکام اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ہر طریقے کے خلاف چلا کر یہود و نصاری کی اتباع میں زندگی گذارنے لگا تا ہے۔

س: کیا ہر انسان کے ساتھ شیطان ہے؟

ج: حدیثوں میں بتلایا گیا کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی ایک شیطان تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر غلبہ حاصل کرنے کا قابل نہ رکھا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس پر غالب تھے یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

شیطان انسانوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر شرک کرواتا ہے

شیطان انسانوں کی یہ کمزوری جانتا ہے کہ وہ جن چیزوں سے بظاہر فائدہ اور نفع حاصل کرتے ہیں ان سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں اور جن چیزوں سے بظاہر نقصان اٹھاتے ہیں ان سے وہ بہت زیادہ ڈر اور خوف رکھتے ہیں، چنانچہ جن انسانوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان نہیں ہوتی شیطان ان کو دنیا کی چیزوں ہی سے نفع ونقصان کا احساس دلا کر اسباب سے ہی بننے اور بگڑنے کا یقین پیدا کروادیتا ہے اور ان چیزوں سے انسانوں کے دلوں میں خدا جیسا خوف اور خدا جیسی محبت پیدا کروادیتا ہے اور ان چیزوں میں بھی خدا جیسی طاقت وقوت ہونے کا احساس دلا کر ان کو بھی خدا کے مقام پر بٹھا دیتا ہے، اس لئے مشرک انسان دنیا کی بہت ساری چیزوں کی بھی عبادت و پرستش کرتے ہیں، اس طرح شیطان خدا سے ہٹا کر غیروں کے سامنے سجدے کرواتا، غیروں سے مدد، مِنّتیں مانگنے لگاتا اور غیروں کے اطراف طواف کرواتا اور غیروں کو خدا کے مقام پر بٹھا دیتا ہے۔

س: انسانوں میں بُت پرستی کیسے شروع ہوئی؟

ج: انسانوں میں بت پرستی کا رواج اس طرح شروع ہوا کہ جب کسی قوم کے نیک اور بزرگ لوگ انتقال کرتے تو شیطان مکاری کر کے انسانوں کو یہ احساس دلاتا کہ ان بزرگوں کی یاد کو قائم کیا جائے، اس کیلئے ان کے رہنے اور بیٹھنے کی جگہوں کو یادگاروں

میں زندہ رکھا جائے، چنانچہ اس نے وہاں ان کی یاد کے لئے پتھر کے بڑے بڑے ستون رکھوادئے، پھر لوگ آہستہ آہستہ ان پتھروں پر عقیدت و احترام میں پھول مالائیں چڑھانے لگے، پھر ایک وقت انسانوں پر ایسا آیا کہ وہ ان پتھروں کو تراش کر ان کی خیالی مورتیاں بنا کر ان کو یاد کرنے لگے، پھر آہستہ آہستہ ان کی بھی پرستش ہونے لگی اور ان سے بھی دعائیں، منتیں و مرادیں مانگی جانے لگیں اور ان کو بھی خدا کے پاس مقرب اور اہم مانا جانے لگا، چنانچہ موجودہ زمانہ میں بھی قوم کے بڑے بڑے اہم لوگوں کی مورتیاں بنا کر نصب کی جاتی ہیں۔

شیطان ہمیشہ انسانوں میں اللہ کی محبت پیدا ہونے نہیں دیتا

شیطان ہمیشہ انسانوں کے دلوں میں اللہ کی محبت پیدا ہونے نہیں دیتا، اس کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ جب بندہ عشق الٰہی میں مبتلا ہو جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے تڑپے گا اور اللہ تعالیٰ کو پکارے گا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیلئے دوڑے گا، اس لئے شیطان اللہ کے مقابلہ میں انسانوں کے دلوں میں دنیا کی چیزوں کی محبت کو بڑھاتا اور ان کا دیوانہ بناتا ہے، چنانچہ وہ انسانوں کے پاس مختلف نعمتوں کے نہ ہونے مثلاً کوئی اندھا ہو، کوئی لنگڑا ہو یا کوئی بیمار ہو یا کوئی معذور ہو یا کوئی ناکام ہو جائے یا کسی کا نقصان ہو جائے یا کسی کی اولاد مر جائے یا کسی کا شوہر مر جائے یا کوئی لُٹ پٹ جائے یا کسی پر غربت آجائے ان تمام حالتوں میں اچھے انسانوں سے تقابل کروا کر دنیا کی عیش و عشرت سے دوری کا احساس دلا کر اللہ تعالیٰ کے نعمتوں کے نہ عطا کرنے پر غم و غصہ اور اللہ کے رحم نہ کرنے اور اللہ کی عطا سے دور رکھنے کا احساس پیدا کروا کر ناامیدی، ناشکری پیدا کرواتا ہے اور بہت سے انسانوں کی زبانوں سے شکایت، ناشکری اور کفریہ کلمات بھی ادا کرواتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہونے نہیں دیتا اس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات کو بھول جاتا ہے اور اللہ سے شکایت رکھتے ہوئے اللہ کو اپنا محسن ہونے کا تصور بھول جاتا ہے، شیطان نے حضرت ایوبؑ کو بھی بار بار مختلف چیزوں کے

تباہ و برباد ہونے اور اللہ کے چھین لینے کا احساس دلانے کی کوشش کی لیکن ناکام ہوا اس لئے انسان کو اپنی زندگی میں کسی چیز کی کمی پر اللہ تعالیٰ سے شکایت نہیں رکھنی چاہئے اور زبان پر یا دل میں کوئی ناشکری و کفریہ کلمات کو آنے نہیں دینا چاہئے ورنہ اگر انسان اپنے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ سے شکایت رکھے اور غم وغصہ رکھے تو وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے اندر پیدا نہیں کرسکتا، دنیا کی زندگی میں بعض چیزوں کا نہ ملنا بھی اللہ کی حکمت و مصلحت ہوتی ہے جسے انسان سمجھ نہیں سکتا، اللہ تعالیٰ دنیا کی مصیبتوں کی وجہ سے مومن کے حساب کتاب میں بہت آسانی کر دیتا اور اس کا بے انتہاء بدلہ عطا فرماتا ہے۔

س: اسلام شیطان سے محفوظ رہنے کا کیا طریقہ بتاتا ہے؟

ج: پیارے بچو! اگر آپ کسی بنگلے پر چلے جائیں اور وہاں کا کتّا آپ پر حملہ کردے، بھونکنے لگے اور راستہ میں آڑے آجائے تو آپ اس سے مقابلہ نہیں کرتے، مقابلہ کرنے سے وہ آپ کو نقصان پہنچاتا ہے، اسلئے آپ مالک مکان کو آواز دیتے ہیں کہ یہ کتّا مجھے آنے نہیں دے رہا ہے اور حملہ کرنا چاہتا ہے، کتّا مالک مکان کو آتا دیکھ کر فوراً اپنی جگہ بھاگ جاتا ہے، بالکل اسی طرح انسان میں جب بھی اللہ تعالیٰ سے غفلت یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا خیال پیدا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کو پکارے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے شیطان مردود کے شر سے۔

اسلام نے انسانوں کو شیطان سے دور رہنے اور اس کے شر سے محفوظ رہنے کیلئے ہمیشہ طہارت اور پاکی اختیار کرنے کی تعلیم دی اور حالت وضو میں رہنے کا طریقہ سکھایا، **آیۃ الکرسی** اور **تعوُّذ** اور **لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ** پڑھنے کا طریقہ بتلایا اور ہر اچھے کام کرنے سے پہلے **بِسْمِ اللّٰہِ** یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لیکر کسی کام کو شروع کرنے کی تعلیم دی جس سے انسان شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے، اسلام نے یہاں تک تعلیم دی کہ اگر انسان کسی کام میں **بِسْمِ اللّٰہِ** کہنا بھول جائے تو اس کام میں شیطان بھی برابر کا شریک ہوجاتا ہے یہاں تک کہ کھانے میں بھی شریک رہتا ہے، شیطان ہمیشہ یہ چاہتا ہے کہ انسان خدا کو بھول کر ہر کام کرے اور خدا سے غافل رہے، خدا کی مدد اور رحمت اس کے ساتھ نہ ہو۔

عورت جب بن سنور کر بے پردہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان کا تیر بن جاتی ہے اور شیاطین کی ایک جماعت اس کے پیچھے لگ جاتی ہے، اور لوگوں کی نظروں میں اس کو دلکش بنا دیتی ہے، شیطان کا گھوڑا انسان کا نفس ہے، وہ اس پر سوار ہو کر بُری بُری خواہشات پیش کرتا ہے اس لئے نفس کے ساتھ مقابلہ دراصل شیطان کے ساتھ مقابلہ ہے، اگر کوئی انسان نفس پر قابو پالے تو شیطان اس انسان کو بہکا نہیں سکتا۔

س: حاجی منیٰ میں شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں' کیا وہاں شیطان موجود ہے؟

ج: منیٰ میں حاجیوں کو جن مقامات پر شیطان کو کنکریاں مارنے کا حکم ہے دراصل وہ وہی مقامات ہیں جہاں شیطان حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور کو بہکانا چاہتا تھا تو ان لوگوں نے اس کو دھتکار دیا، دراصل انسانوں کو یہ سبق دیا جا رہا ہے کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اس کے بہکانے پر اس کو اسی طرح دھتکارو جس طرح حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے دھتکارا، اس سے دوستی مت کرو، حج سے لوٹنے کے بعد اس کی دشمنی کو یاد رکھ کر زندگی گذارو اور یہ نہ بھولو کہ وہ تمہارا دشمن ہے۔

س: شیطان انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے کیا خیالات پیدا کرتا ہے؟

ج: شیطان انسانوں کو گمراہ کرنے کیلئے دلوں میں یہ خیال پیدا کرتا ہے کہ جب انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے بنایا اور پیدا کیا، جانوروں کو اللہ نے پیدا کیا، زمین، آسمان، ہوا، پانی کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تو پھر اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟ جب یہ وسوسہ آجائے تو فوراً کہو کہ میں بغیر دلیل کے اللہ پر ایمان رکھتا ہوں اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ۔یعنی اللہ کو ماننے کیلئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

س: جب انسان پر سکرات کی حالت شروع ہوتی ہے تو شیطان کیا کرتا ہے؟

ج: جب انسان پر سکرات کی حالت شروع ہوتی ہے تو شیطان انسان سے اللہ تعالیٰ کا خیال بُھلانا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے غافل بنا کر کلمہ یاد آنے نہیں دیتا تا کہ انسان کا

آخری کلمہ ایمان نہ ہو، اس لئے ہر مرنے والے کے قریب ٹھہر کر ذرا بلند آواز کے ساتھ کلمہ پڑھتے رہنا چاہئے۔

س: دوزخ میں شیطان انسانوں کی ملامت پر کیا کہے گا؟

ج: دوزخی شیطان پر جب لعنت وملامت کریں گے تو شیطان کہے گا کہ: مجھ پر لعنت و ملامت مت کرو، اپنے آپ پر لعنت کرو اس لئے کہ دنیا میں میں نے تمہیں صرف برائی کی دعوت دی تھی، تم خود اپنی مرضی اور چاہت سے اس راستہ کو اختیار کئے ہو، میں خود اس بات سے بیزار تھا کہ تم نے مجھے خدا کا شریک کر دیا تھا۔

ہمیشہ انسان کو شیطان کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہئے، انسان اپنی ہر دعاء میں اللہ تعالیٰ سے شیطان کے شر سے محفوظ رہنے کیلئے دعاء کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے یہ مدد مانگے کہ مرنے تک اس پر شیطان کو غلبہ حاصل کرنے نہ دے بلکہ اس کو ناکام فرما اور اس کی چالوں سے محفوظ رکھ، ہمیشہ شیطان کے شر سے بچا کر اپنی حفاظت میں رکھ۔

جب سورۂ فاتحہ نازل ہوئی تو شیطان کو بہت تکلیف ہوئی اور وہ بے انتہاء رویا (وہ انسانوں سے ہر روز سورۂ فاتحہ کی ہر آیت کی خلاف ورزی کروا کر گویا پورے قرآن کی خلاف ورزی کروانا چاہتا ہے)۔

انسان جب اللہ تعالیٰ سے رجوع ہوتا ہے اور توبہ کرتا ہے اور گناہوں کی معافی مانگتا ہے تو وہ بہت پچھتاتا اور افسوس و دکھ محسوس کرتا، انسان کی توبہ پر اس کو بہت تکلیف محسوس ہوتی ہے اس لئے کہ اس کی ساری محنت ضائع اور برباد ہو جاتی ہے اور بندہ اس کی پارٹی سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی پارٹی میں داخل ہو جاتا ہے۔

☆☆ اللہ ☆☆

کائنات کی ہر چیز مسلمان ہے

پیارے بچو! جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کی مطیع وفرمانبردار ہوگی وہ مسلم ہوگی اور مسلمان کہلائے گی کیونکہ لفظ ''مسلم'' کا معنی ہے ''فرمانبرداری کرنے والا''، اس لحاظ سے کائنات کی ہر چیز سوائے انسان اور جن کے مسلم ہے، اس لئے کہ وہ ہر لمحہ ہر گھڑی اللہ تعالیٰ کی غلامی کررہی ہے، وہ کسی دوسرے کی اطاعت وفرمانبرداری اور غلامی نہیں کرتی، فرشتے مسلمان ہیں، آسمان مسلمان ہے، زمین مسلمان ہے، ہوا مسلمان ہے، پانی مسلمان ہے، درخت مسلمان ہیں، جانور مسلمان ہیں یہاں تک کہ انسانی جسم کے تمام اعضاء مسلمان ہیں اس لئے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی فرمانبرداری میں انسان کی اطاعت کررہے ہیں، جب اللہ کا حکم رک جانے کا آتا ہے تو وہ اپنی ذمہ داریاں ادانہیں کرتے رُک جاتے ہیں مثلاً انسان کو دیکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے آنکھیں دی ہیں، انسان ان سے سونگھنے کا کام نہیں لے سکتا، اللہ تعالیٰ نے ناک کو سونگھنے کا حکم دیا ہے، انسان اس سے دیکھنے کا کام نہیں لے سکتا، اللہ تعالیٰ نے زبان کو بولنے اور بات کرنے کا حکم دیا ہے، انسان اس سے سننے کا کام نہیں لے سکتا اور جب اللہ تعالیٰ ان کو رُکنے کا حکم دیتا ہے تو آنکھیں دیکھنا، زبان بولنا اور کان سننا اور دل حرکت کرنا بند کردیتے ہیں، اس لئے انسانی جسم کے تمام اعضاء بھی مسلمان ہیں، وہ اللہ کے حکم سے انسان کا ساتھ دیتے ہیں، اب انسان کا کام ہے کہ وہ ان کو مسلمان بنائے رکھے یا غیر مسلم بنادے۔

مسلم اور غیر مسلم بننا انسان کی مرضی اور پسند پر ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان اور جنوں کو پورا اختیار اور آزادی دی ہے کہ وہ اپنی پسند سے چاہے تو اللہ کا فرمانبردار بن کر مسلم بنے یا پھر اللہ کا انکار کرکے یا اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرکے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے غیر مسلم بنے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ چونکہ پوری کائنات مسلم ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کررہی ہے، اس لئے انسان اور جن کو بھی

چاہئے کہ وہ دوسری مخلوقات کی طرح اللہ کے مطیع وفرمانبردار بن کر مسلم بنیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ ہر انسان کو صحیح فطرت پر پیدا کرتا ہے مگر اس کے ماں باپ اس کو یا تو یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی بنا دیتے ہیں یا مجوسی بنا دیتے ہیں''، اس ارشاد سے یہ بات کُھلے طور پر معلوم ہوتی ہے کہ مسلمان بننا یا نہیں بننا انسان کی پسند اور چاہت پر ہے۔

صرف مسلمان خاندان، مسلمان گھرانے اور مسلمان ماں باپ کے پیٹ میں پیدا ہونے سے انسان پیدائشی طور پر مسلمان نہیں بن جاتا یا اس کے جسم کا نام مسلمان جیسا رکھنے سے انسان مسلمان نہیں بن جاتا یا حکومت کے رجسٹروں میں اور راشن کارڈ میں یا اسکول کے سرٹیفکیٹ میں مسلمانوں کے خانوں میں مسلمان جیسا نام رکھنے سے انسان مسلمان نہیں بن جاتا بلکہ مسلمان اس کو کہیں گے جس میں مسلمان جیسی کوالٹیز اور خوبیاں ہوں، مسلمان جیسی صفات ہوں، مسلمان جیسا عقیدہ ہو، اگر کسی ٹین کے ڈبّے کا نام ماروتی کار رکھ دیں اور اس پر کسی گاڑی کا نمبر لکھ کر لگا دیں تو وہ ڈبّہ کار نہیں کہلاتا جب تک کہ اس میں کار جیسی تمام صفات اور خوبیاں پیدا نہ کی جائیں۔

جس طرح آم کے درخت سے آم، جام کے درخت سے جام، انار کے درخت سے انار، جانور سے جانور پیدا ہوتا ہے، اسی طرح مسلم اور غیر مسلم سے مسلمان نہیں انسان پیدا ہوتا ہے، اب اس انسان کو مسلمان بنانا اور نہیں بنانا ان کے ماں باپ کے ہاتھوں میں ہوتا ہے، مسلمان کے پیٹ سے مسلمان اور غیر مسلم کے پیٹ سے غیر مسلم پیدا نہیں ہوتا، کوئی بھی پیدائشی طور پر مسلم یا غیر مسلم بنا کر پیدا نہیں کیا جاتا بلکہ دونوں انسان مسلم اور غیر مسلم صحیح فطرت کے ساتھ پیدا کئے جاتے ہیں۔

اگر کسی ڈاکٹر کے گھر میں بچہ پیدا ہو تو وہ پیدائشی طور پر ڈاکٹر نہیں ہوتا، اس بچے کو کوئی آدمی بھی ڈاکٹر صاحب کہہ کر نہیں پکارتا، بچہ کو ڈاکٹر بننے کے لئے وہ علم سیکھنا اور باقاعدہ تعلیم حاصل کرنا پڑتا ہے اور اس لائن کی پریکٹس کر کے ڈاکٹر بننا پڑتا ہے، بغیر لکھے پڑھے ڈاکٹر کا لباس، حلیہ اختیار کیا جائے اور بغیر علم حاصل کئے ڈاکٹر کا آلہ گلے میں ڈال

کر ڈاکٹر کی ایکٹنگ کرنے سے کوئی بھی اس کو ڈاکٹر نہیں مانتا، ہاں وہ کچھ دیر کیلئے اپنے آپ کو اور لوگوں کو دھوکہ تو دے سکتا ہے مگر حقیقت میں وہ ڈاکٹر نہیں ہوتا۔

بالکل اسی طرح ایک بچہ مسلمان ماں باپ کے گھر پیدا ہو کر خدا کو پہچانے بغیر طوطے کی طرح کلمہ رٹ کر ایمان کا دعویٰ کرے اور اپنے جسم کا نام مسلمانوں جیسا رکھے، نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو پسند کرے اور نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرے تو وہ کیسے مسلمان کہلائے گا؟ اس کو تو مسلمان بننے کیلئے صحابہ کرامؓ جیسا عقیدہ اور صحابہؓ جیسا عمل اختیار کرنا ہوگا اور صحابہؓ جیسی اطاعتِ رسولؐ کو اختیار کرنا ہوگا تب ہی وہ مسلمان کہلانے کے قابل ہوگا، اس لئے صرف مسلم گھرانے میں پیدا ہو جانے سے انسان مسلمان نہیں بن جاتا۔

س: کیا اللہ کو صرف زبان سے مان لینے سے انسان مسلمان ہو جاتا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل کئے بغیر صرف زبان سے مان لینے سے انسان مسلمان نہیں بن جاتا، مسلمان بننے کے لئے لازمی شرط یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کو پہچان کر مانا جائے تب ہی انسان مسلمان بن سکتا ہے، دنیا میں ہزاروں انسان ہیں جو اللہ تعالیٰ کو مانتے اور اس کی فرمانبرداری اپنے دل کی خواہش کے مطابق کرتے ہیں مگر ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی پہچان ہی صحیح نہیں، وہ باپ دادا کے کہنے کے مطابق اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اس لئے وہ ایمان والے نہیں اور نہ مسلمان ہیں، چنانچہ دنیا میں انسانوں کے تین گروپ ہیں:

(۱) کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کا انکار کر کے کافر بنے ہوئے ہیں۔

(۲) کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں مگر پہچانتے نہیں جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، ان میں یہود بھی ہیں، نصاریٰ بھی ہیں اور ہنود بھی ہیں اور مسلمان بھی ہیں جو اللہ کو تو ضرور مانتے ہیں مگر صحیح پہچان نہیں رکھتے اور شرک میں مبتلا ہیں۔

(۳) بہت کم لوگ ایسے ہیں جو صحیح طور پر اللہ کو پہچانتے، مانتے اور صرف اسی کی

اطاعت و بندگی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر کرتے ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

س: دنیا میں بہت سارے مذاہب ہیں، ان میں سچا مذہب کونسا ہے اور اس کی پہچان کیا ہے؟

ج: سچا مذہب اسلام ہے، دنیا میں جتنے مذاہب ہیں ان میں سچے اور آسمانی مذہب کی پہچان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا صحیح تعارف کرواتا ہو، انسان کو زندگی کا مقصد بتلاتا ہو اور کائنات کی چیزوں کی حقیقت سمجھاتا ہو اور انسان کو مرنے کے بعد والی زندگی کے لئے صحیح تربیت کرواتا ہو، جو مذہب انسان میں اور خدا میں فرق باقی نہیں رکھتا اور انسان کو یا دوسری مخلوقات کو خدا یا خدا جیسا بتلاتا ہو اور انسان کی زندگی کا مقصد نہیں سمجھاتا اور کائنات کی چیزوں میں خدا جیسی صفات بتلاتا ہو اور آخرت کی تیاری نہیں کرواتا، حرام و حلال، پاکی ناپاکی کا درس نہیں دیتا وہ باطل مذہب ہے۔

س: مسلمانوں میں بہت سے فرقے ہیں ان میں کونسا فرقہ صحیح ہے؟

ج: اکثر مسلمان مسلمانوں کو مختلف فرقوں میں بٹا ہوا دیکھ کر شک وشبہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آخر ہم کیسے سمجھیں کہ کونسا گروپ صحیح ہے؟ کون حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا پیَرو ہے، ہر فرقہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے اور مطمئن نظر آتا ہے، مسلمانوں میں جتنے فرقے بنے ہوئے ہیں ان میں صحیح اور سچے مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ جیسا عقیدہ رکھتے ہوں اور زندگی کے تمام کاروبار میں صحابہ کرامؓ جیسی اتباع کرتے ہوں، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کا جواب اس طرح سے دیا ہے: (مفہوم) میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے کسی ایک کی بھی اتباع کی جائے تو انسان کامیاب ہو جائے گا۔

ایک اور روایت میں ارشاد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں تہتّر فرقے ہوں گے ان میں سے صرف ایک ہی کامیاب ہوگا، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا

یارسول اللہ! وہ کون ہوں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِیْ** یعنی جو میری اور میرے صحابہ کی (ہر معاملہ میں مکمل) اتباع کریں گے“۔

آج مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ وہ کلمہ پڑھ کر قرآن وحدیث کو مان کر ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر زندگی کے تمام کاروبار قرآن وحدیث کے خلاف سماج وسوسائٹی کی رسم ورواج میں کرتے ہیں، گویا زبان سے قرآن وحدیث پر ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر عمل سے سماج وسوسائٹی اور باپ دادا کے دین پر چلتے ہیں، آج پوری دنیا میں مسلمانوں کے ۸۵ فیصد افراد کا عقیدہ ہی صحیح نہیں ہے، صحیح دین یہ ہے کہ جب ہم قرآن و حدیث پر ایمان رکھتے ہیں تو عقیدہ اور عمل بھی قرآن وحدیث کے مطابق بنائیں۔

صحیح مسلمان بننے کے لئے عقیدہ صحیح ہونا ضروری ہے تب ہی ایمان درست ہوگا، جو لوگ توحید کا دعویٰ کر کے شرکیہ عقائد رکھتے اور شرکیہ اعمال اختیار کرتے ہیں ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی پہچان ہی صحیح نہیں اور نہ ان کا ایمان‘ ایمان کہلاتا ہے۔

وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِکُوْنَ ۔ (یوسف:۱۰۶)

اور اکثر لوگ جو اللہ کو مانتے ہیں وہ مشرک ہیں۔

☆☆ اللہ ☆☆

اسلام کسے کہتے ہیں؟

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔
''میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے''۔ (مائدہ:۳)
دوسری جگہ ارشاد ہے: اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذہب اسلام ہی ہے۔ (ال عمران:۱۹)

''اسلام'' عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں ''اطاعت و فرمانبرداری'' چونکہ اسلام ایک دین ہے اس لئے اس کے معنی ہوئے اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری۔

اس سے پہلے ہم سمجھا چکے ہیں کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت و غلامی کر رہا ہے، اس لحاظ سے ان کا مذہب بھی اسلام ہے اور جو اسلام پر زندگی گذارتا ہے وہ مسلم کہلاتا ہے، اس لئے وہ مسلم ہیں، انسان بحیثیت ایک جاندار کے پیدا ہونے، مرنے، بھوک پیاس کے لگنے، اس کے دل کی حرکت، اس کے خون کا دوران، اس کے جسم کے اعضاء کے کمالات سب کچھ اللہ تعالیٰ کے مجبور ومحتاج ہیں اور وہ اللہ کی غلامی و فرمانبرداری کر رہے ہیں، اس لحاظ سے تمام انسانوں کا جسم اور اعضاء اللہ تعالیٰ ہی کے غلام ہیں اور وہ اسی کی فرمانبرداری کر رہے ہیں، اس لئے ان کا مذہب بھی اسلام ہے اور وہ مسلم ہیں، چونکہ دنیا امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو اپنی مرضی اور پسند سے اللہ تعالیٰ کا مطیع وفرمانبردار بننے اور نہ بننے کا پورا پورا اختیار و آزادی دے رکھی ہے، اس لئے بحیثیت انسان اس کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے پورے جسمانی اعضاء کو، اپنی پسند اور چاہت سے مسلم بنائے یا غیر مسلم بنائے، یعنی اسلام پر رکھے یا غیر اسلام پر رکھے، اسی پر اس کی آخرت میں کامیابی اور ناکامی کا دارومدار ہے، اللہ تعالیٰ زبردستی کسی کو مسلم اور کسی کو غیر مسلم بنانا نہیں چاہتا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین یعنی مذہب صرف اسلام ہی پسندیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کیلئے دین اسلام کو پسند فرمایا، اس سے ہٹ کر کوئی دوسرا مذہب قابل قبول نہیں، دین اسلام کا نام ''اسلام'' اسلئے ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری ہے، اطاعت وفرمانبرداری بھی ایسی کہ دن اور رات کے چوبیس گھنٹوں کی زندگی میں ہر کام اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور خوشنودی کو سامنے رکھ کر کیا جائے، برائی اور گناہ کی طاقت رکھ کر اپنی مرضی اور خوشی سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کردیا جائے، ہر طرح سے اپنے آپ کو سرینڈر (Surrender) کردیا جائے، جس طرح اسلام کے ماننے والے مسجد میں اور حالت نماز میں اسلام پر عمل پیرا ہوتے ہیں بالکل اسی طرح مسجد سے باہر بھی بازار، دکان، مکان، محلّہ، بستی، حکومت، دفتر، عدالت دوستی ودشمنی، تجارت ونوکری، شادی بیاہ غرضیکہ ہر جگہ اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہوئے اسلام پر زندگی گذاریں۔

انسانوں اور جنوں کی زندگی کا مقصد اسلام ہے

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان دنیا میں بھیجا گیا ہے تو اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ یہ بڑا اہم سوال ہے، ہر انسان اور جن کو اس سوال کا جواب معلوم کرنا بہت ضروری ہے، اس کو جانے بغیر انسان کی زندگی کامیابی کی طرف نہیں چل سکتی، دنیا میں سینکڑوں انسان ہیں جو اپنی زندگی کا مقصد جانے بغیر ہی زندگی گذار رہے ہیں، انسان کو یہ جاننا چاہئے کہ آخر اس کو دنیا میں کیوں پیدا کیا گیا؟ دنیا کی کوئی چیز بیکار نہیں، ہر چیز کا کوئی نہ کوئی اور کچھ نہ کچھ مقصد ضرور ہے، تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اسے دنیا میں بھیجا کیوں گیا ہے؟ اس سوال کا جواب قرآن مجید یہ بتاتا ہے کہ ''انسان اور جن (اللہ تعالیٰ کو پہچان کر) اسی کی اطاعت وغلامی کریں'' اللہ تعالیٰ کسی کو نظر نہیں آتا اس لئے اس کو پہچان کر اس کی عبادت کریں، باپ دادا کی تقلید میں اندھے، بہرے ہوکر اس کو مان کر نہ چلیں، دنیا کی دوسری قوموں کے پاس اللہ تعالیٰ کی پہچان ہی نہیں اور نہ زندگی کے مقصد کی کوئی تعلیم ہی ان کو دی جاتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو مانتی تو ہیں

مگر پہچانتی ہی نہیں، غلط طریقوں سے اللہ تعالیٰ کو مانتی ہیں، اسلام ہی اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان کرواتا اور اسی کی اطاعت وغلامی کو انسانوں اور جنوں کی زندگی کا مقصد بتلاتا ہے۔

پیارے بچو! انسان جب صحیح معنی میں دل سے کلمہ پڑھ کر زبان سے اسلام کا اعلان کرتا ہے تو وہ صرف زبان ہی سے اطاعت وفرمانبرداری کا دعویٰ نہیں کرتا بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کا اعلان کرتا ہے اور تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ کی غلامی کر کے بتلاتا ہے، اسی کا نام اسلام ہے، ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے کہ کوئی شخص تو زبان سے اسلام کا اعلان کرے اور زندگی گذارنے میں جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ سے بغاوت کرے، اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ مسلمانی نہیں ہوگی۔

اسلام میں عبادت کے معنی کیا ہیں؟

پیارے بچو! جب ہماری زندگی کا مقصد عبادت ہی ہے تو ہمیں یہ بھی جاننا ہوگا کہ عبادت کسے کہتے ہیں؟

یادرکھو! عبادت صرف نماز پڑھنے ہی کا نام نہیں، نماز پڑھنا بھی عبادت ہے اور تمام عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت نماز ہی ہے اور عبادتوں میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب لیا جائے گا لیکن نماز ہی عبادت نہیں بلکہ نماز بھی عبادت ہے۔

اسلام میں عبادت دراصل نام ہے خوشی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکموں کے آگے جھک جانے کا، کوئی بھی کام اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہو تو وہ عبادت ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہو تو گناہ ومعصیت ہے، انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو اختیارات دئے ہیں ان کے صحیح استعمال کا نام عبادت ہے اور غلط استعمال کا نام گناہ ہے، عبادت کا سیدھا سادا اور آسان مطلب یہ ہے کہ دن اور رات میں جو بھی کام کیا جائے وہ:

(۱) اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے واسطے ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق ہو۔

(۳) اور اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہو۔

اس طرح جتنے بھی کام کئے جائیں گے وہ عبادت ہوں گے، دنیا کے دوسرے مذاہب میں عبادت سے مراد چند خاص قسم کے رسم ورواج ہیں جو مخصوص اوقات میں انجام دئے جاتے ہیں، ان رسوم کے ادا کرنے کے بعد وہ لوگ اپنی مرضی کے مطابق جیسے چاہیں زندگی گذار سکتے ہیں، مگر اسلام انسان کی چوبیس گھنٹوں کی زندگی کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے اور نماز کے بعد زندگی کے دوسرے تمام کاموں کو بھی اللہ تعالیٰ کے واسطے، اللہ کے حکم کے مطابق، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل میں کرنے پر عبادت میں شمار کرتا ہے۔

پیارے بچو! غور کرو اسلام کے معنی اطاعت ہیں، یہ اطاعت چند مخصوص اوقات میں مطلوب نہیں ہے بلکہ ہر کام میں اور ہر وقت مطلوب ہے، عبادت کے معنی بندگی و غلامی کے ہیں، یہ بندگی بھی ہر وقت کی ہے اور ہر کام میں ملحوظ رکھنی ہے، گویا دینِ اسلام انسان کو چوبیس گھنٹے اسلام پر چلا کر اس کے تمام کاموں کو عبادت بنانا چاہتا ہے تاکہ انسان زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام پر رہے اور عبادت میں وقت گذارے، چند خاص قسم کے رسم ورواج کو اختیار کر لینے یا خاص قسم کے کپڑے پہن لینے یا خاص اوقات میں کچھ خاص خاص حرکتیں کر لینے کا نام نہ اسلام ہے اور نہ عبادت ہے۔

انسان کی چوبیس گھنٹوں کی زندگی کو عبادت کیوں بنایا گیا؟

پیارے بچو! یہ بھی ایک بہت اہم سوال ہے کہ آخر انسان کو چوبیس گھنٹوں کی زندگی کو عبادت کیوں بنایا گیا؟ صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ہی کو عبادت کیوں قرار نہیں دیا گیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان میں اور کائنات کی دوسری مخلوقات میں بہت بڑا فرق ہے، دوسری مخلوقات کے مقابلہ میں انسان کو بہت ساری ذمہ داریوں کے ساتھ دنیا میں رکھا گیا ہے، چنانچہ انسان کو نماز بھی پڑھنا ہے، تجارت اور نوکری بھی کرنا ہے، مال بھی کمانا ہے اور خرچ کرنا بھی ہے، عدل وانصاف بھی کرنا ہے اور زمین پر امن کو بھی قائم کرنا ہے، یتیموں، بیواؤں اور غریبوں کی مدد بھی کرنا ہے، برائی سے بچ کر نکاح کرنا اور بیوی بچوں کو پالنا بھی ہے، خاندان اور رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات کو بہتر بنائے رکھنا بھی ہے،

اچھائی کی تعلیم دینا اور برائی سے روکنا یعنی دین اسلام کی تبلیغ بھی کرنا ہے، انسانوں کو اللہ تعالیٰ کا تعارف کرانا ہے اور اللہ پر صحیح ایمان لانے کی دعوت دینا ہے، بیماری اور موت کے حالات سے گذرنا ہے، امیری اور غریبی، خوشی اور غم، دہشت، خوف وامید، جنگ اور صلح، دوستی اور دشمنی وغیرہ جیسے تمام حالات سے گذرتے ہوئے دنیا میں زندگی گذارنا ہے، غرض یہ تمام حالات دوسری مخلوقات کو نہیں، مثلاً درخت ہیں کہ ان کو نکاح کر کے بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا نہیں بلکہ وہ جس حالت میں پیدا کئے گئے ہیں اسی حالت میں بس اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں، کسی جانور کو تجارت اور نوکری کے ذریعہ اپنا رزق حاصل کرنا نہیں ہے اور نہ ان کو دنیا کے کسی علاقہ پر حکومت کر کے وہاں عدل وانصاف قائم کرنا ہے بلکہ وہ جس حالت میں پیدا کئے گئے ہیں اسی حالت میں اپنی ذمہ داری ادا کرتے رہتے ہیں اور وہ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں، زمین، آسمان، ہوا، پانی، جمادات، نباتات وحیوانات اور معدنیات، فرشتے کسی میں بھی نافرمانی کا مادہ نہیں، وہ صرف اور صرف فرمانبرداری ہی فرمانبرداری کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، ان پر نہ دین واسلام کی تبلیغ کی ذمہ داری ہے، نہ نکاح کر کے خاندان اور رشتہ دار بنانا اور نہ ان کے حقوق ادا کرنا ہے، نہ دنیا میں حکومت کر کے عدل وانصاف کو قائم کرنا ہے اور نہ دوستی ودشمنی، صلح وجنگ، امیری وغریبی، خوشی وغم کے حالات سے گذرنا ہے، صرف انسان اور جنات ہی پر یہ ذمہ داری رکھی گئی ہے اس لئے ان کی چوبیس گھنٹوں والی زندگی کو عبادت بنایا گیا تاکہ وہ نماز پڑھنے کے بعد زندگی کے بقیہ کاموں میں اپنی مرضی کے مطابق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی گذار کر اسلام پر رہیں اور زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہیں اس سے ان کو ہر اچھے کام پر اللہ تعالیٰ ثواب دیں گے اور ان کی زندگی کنٹرول میں رہ سکے گی اور جب زندگی کنٹرول میں رہے گی تو دنیا کا نظام بھی ٹھیک چل سکے گا، اس قسم کی عبادت کا شرف اور مرتبہ صرف اور صرف انسان اور جن ہی کو دیا گیا ہے، دوسری تمام مخلوقات نہ تو نکاح والی عبادت کا شرف حاصل کرسکتی ہیں، نہ تجارت ونوکری والی عبادت کرسکتی ہیں

اور نہ عدل وانصاف والی عبادت کرسکتی ہیں، نہ وعظ ونصیحت والی عبادت کرسکتی ہیں، نہ دوستی ودشمنی میں عبادت کرسکتی ہیں اور نہ خیر خیرات والی عبادت کرسکتی ہیں، اس کے برعکس انسان جو ایمان والا ہے، نماز پڑھنے کے بعد زندگی کے دوسرے کاموں کو رب چاہے انداز پر ادا کرکے اپنے آپ کو اسلام پر رکھتا اور اپنی زندگی کو عبادت گذار بناتا ہے، دنیا کی دوسری قوموں کے پاس چند خاص قسم کے رسم ورواج کو ادا کرلینے کے بعد تجارت کرنے، نوکری کرنے، مال کمانے اور خرچہ کرنے، شادی کرنے، بیوی بچے اور ماں باپ کی خدمت کرنے اور عدل وانصاف کرنے، دوستی ودشمنی کرنے میں عبادت کا تصور ہی نہیں اور نہ وہ ان کاموں کو عبادت سمجھ کر ادا کرتی ہیں۔

مسلمان زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے

- ایمان والے اپنی آنکھوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگاتے ہیں۔
- ایمان والے اپنے کانوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگاتے ہیں۔
- ایمان والے زبان سے بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔
- ایمان والے دل ودماغ کو بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگاتے ہیں۔
- ایمان والے اپنے ہاتھوں پیروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگاتے ہیں۔
- ایمان والے مال کے ذریعہ بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔
- ایمان والے کمانے اور خرچ کرنے کے ذریعہ بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔
- ایمان والے نکاح کے ذریعہ بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔
- ایمان والے وضع قطع اور لباس کے ذریعہ بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔
- ایمان والی عورت پردہ اختیار کرکے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہے۔
- ایمان والے دوستی اور دشمنی میں بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔
- ایمان والے حکومت واقتدار کے ذریعہ بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔
- ایمان والے خوشی اور غم میں بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔

غرض یہ کہ مسلمان چوبیس گھنٹے مختلف طریقوں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں ہوتا ہے، یہ موقع اوراس طرح کی عبادت کسی دوسری مخلوق کو حاصل نہیں۔

پیارے بچو! ایک انسان جب دل سے شعور کے ساتھ کلمہ پڑھتا ہے تو وہ اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ ہی کا غلام اور بندہ بن کر رہوں گا اور پھر وہ پوری طرح اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دیتا ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ تعالیٰ کی بندگی وغلامی کرتا ہے، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ وہ مسجد اور نماز کی حالت میں اسلام پر ہومگر شادی بیاہ کرتے وقت، نوکری اور تجارت کرتے وقت، مال کماتے اور خرچ کرتے وقت، دوستی اور دشمنی، خوشی اور غم تندرستی اور بیماری، کامیابی اور ناکامی، قرض لیتے اور دیتے وقت، کسی کے ساتھ پڑوس میں رہتے وقت غیر اسلام پر ہو، اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ کامل مسلمان نہیں بلکہ فاسق اور فاجر کہلائے گا، اس کو اپنے اسلام کا جائزہ لینا چاہئے، اسلام انسانوں کو آدھا مسلم اور آدھا غیر مسلم بن کر زندگی گذارنے سے منع کرتا ہے اور انسانوں کو دین میں پورا پورا داخل ہونے کا حکم دیتا ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ۔

اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔

اسلام میں پورے کے پورے داخل ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ زندگی کے تمام طریقوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وغلامی واتباع کی جائے۔

☆☆ اللہ ☆☆

ایمان کسے کہتے ہیں؟

اسلام میں داخل ہونے کے لئے سب سے پہلے ایمان لانا لازمی اور ضروری ہے، ایمان کے لغوی معنی ہیں تصدیق کرنا، اعتماد کرنا۔

پیارے بچو! شریعت میں ایمان کا مطلب یہ ہے کہ جن باتوں کے تعلق سے پختہ طور پر یہ ثابت ہے کہ وہ باتیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لائی گئی ہیں، ان تمام باتوں کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد پر دل سے سچا یقین کیا جائے اور مان لیا جائے اور ان باتوں کے سچ ہونے کا زبان سے اقرار کیا جائے اور ان پر اطاعت کا بھی جذبہ ہو۔

پیارے بچو! اس طرح ایمان لانے کے لئے تین شرطیں ہیں:

(۱) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تمام باتوں پر دل سے سچا یقین کیا جائے۔

(۲) زبان سے ایمان کا اقرار کیا جائے۔

(۳) اعضاء سے فرمانبرداری اور اطاعت کا دل میں جذبہ ہو کیونکہ عمل سے دل کے یقین اور زبان سے اظہار کا ثبوت ملتا ہے، اگر اعضاء اطاعت وفرمانبرداری کا اظہار نہ کریں تو قول اور فعل میں فرق ہو جائے گا۔

O اگر کوئی انسان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات کا انکار کردے یا ان میں شک وشبہ کرے تو وہ ایمان سے خارج ہو جائے گا۔

O اسی طرح اگر کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دل سے سچا نہ مانے لیکن زبان سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا ہونے کا اقرار کرے تو وہ ایمان والا نہیں ہوگا، چاہے وہ لاکھ مرتبہ زبان سے ایمان کا اقرار کرے اور لاکھ مرتبہ فرمانبرداری کا اظہار کرے۔

مدینہ منورہ کے وہ لوگ جن کو منافق کہا جاتا تھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دل سے اللہ تعالیٰ کا رسول نہیں مانتے تھے اگرچہ زبان سے ایمان لانے کا دعویٰ کرتے تھے اور فرمانبرداری کا اظہار بھی خوب کرتے تھے، قرآن کریم نے ایسے لوگوں کو ایمان والا نہیں

مانا، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان والا ہونے کے لئے محض زبان سے اقرار اور اطاعت کا اظہار کافی نہیں بلکہ دل سے بھی ماننا لازمی اور ضروری ہے۔

O اسی طرح اگر کوئی انسان اپنے دل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا سچا رسول سمجھے لیکن اس کا اظہار واقرار زبان سے نہ کرے تو وہ بھی ایمان والا نہیں ہوگا۔

مدینہ میں جو یہودی اور عیسائی لوگ تھے وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا جانتے تھے اور اچھی طرح پہچانتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں لیکن چونکہ بنی اسماعیلؑ میں آئے ہیں بنی اسرائیل میں نہیں آئے اس لئے وہ زبان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کا اقرار نہیں کرتے تھے اور انکار کرتے تھے، تو ایسے لوگوں کو بھی قرآن کریم نے ایمان والا نہیں مانا۔

اسلام میں ایمان بالغیب شرط ہے

پیارے بچو! غیب کے معنی ہیں وہ چیزیں جو ہماری آنکھوں کو دِکھائی نہیں دیتیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کسی کو نظر نہیں آتا، فرشتے نظر نہیں آتے، قبر یعنی برزخ کے حالات کسی کو نظر نہیں آتے، حشر کا میدان کسی کو نظر نہیں آتا، جنت و دوزخ اور وہاں کی نعمتیں اور سزائیں کسی کو نظر نہیں آتیں، ان تمام چیزوں کو عالم الغیب کہیں گے۔

قرآن کریم میں لفظ غیب سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جو انسانی نگاہوں سے چھپی ہوئی ہیں، لیکن غیب کی کچھ باتوں کی خبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے ذریعہ قرآن اور حدیث میں دی ہیں، غیب کی باتوں کا علم انسان کو عقل اور حواس کے ذریعہ نہیں مل سکتا، صرف وحی الٰہی کے ذریعہ ملتا ہے جو پیغمبر پر نازل ہوتی ہے۔

س: ایمان لانے کیلئے کن کن باتوں پر ایمان لانا لازمی اور ضروری ہے؟

ج: پیارے بچو! اسلام نے ایمان لانے کے لئے حسب ذیل چیزوں پر ایمان لانے کو لازمی اور ضروری قرار دیا ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر۔ (۲) فرشتوں کے وجود پر۔ (۳) تمام آسمانی

کتابوں اور صحیفوں پر۔(۴) حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام پیغمبروں کو سچا جاننا اور ماننا۔(۵) مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر۔ (۶) حشر کا ہونا، جزاء وسزا کے لئے جنت ودوزخ کا ہونا، آخرت پر مکمل اور پختہ یقین کا ہونا۔(۷) تقدیر کی اچھی اور بری باتوں پر۔

ایمان نام ہے یقین کا، یقین جتنا زیادہ مضبوط ہوگا ایمان بھی ویسا ہی ہوگا، ان تمام باتوں پر حق الیقین کے درجہ میں ایمان ہونے کو ایمان بالغیب کہا گیا ہے، ان چیزوں میں شک وشبہ انسان کو ایمان سے خارج کردیتا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام باتوں کو دل کے یقین کے ساتھ سچا اور صحیح ماننا ایمان کہلاتا ہے، اس طرح کے ایمان میں قول اور فعل ایک ہوجاتا ہے، اس لئے کہ جو بات دل کے یقین کے ساتھ مانی جاتی ہے دل جسم کے تمام اعضاء سے اسی کے مطابق عمل کرواتا ہے۔

پیارے بچو! دنیا میں یقین کے تین درجات ہیں:

〈۱〉علم الیقین 〈۲〉عین الیقین 〈۳〉 حق الیقین۔

ان تینوں میں حق الیقین سب سے مضبوط درجہ کا یقین ہوتا ہے، اسلام ایمان کے لئے حق الیقین ہی کا مطالبہ کرتا ہے، اس کو ان مثالوں سے سمجھو:

علم الیقین:۔ انسان کو بہت سارا علم ریڈیو، ٹی وی، اخبار، کتابوں اور لوگوں سے حاصل ہوتا ہے اور وہ اس پر یقین کرلیتا ہے، مثلاً بجلی سے شارٹ لگتا ہے، آگ جلاتی ہے یا سانپ کاٹنے سے زہر چڑھتا ہے، یہ علم الیقین ہے، اس کو وہ مانتا ہے۔

عین الیقین:۔ انسان بہت سارا علم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر حاصل کرتا ہے اور اس کو سچا جانتا ہے، مثلاً وہ خود کسی کو آگ میں جلتا ہوا دیکھا یا بجلی کا شارٹ لگتا ہوا دیکھا یا سانپ کاٹنے کے بعد زہر چڑھتا ہوا دیکھا، یہ عین الیقین ہے۔

حق الیقین:۔ یہ کہ وہ خود آگ میں انگلی ڈال کر دیکھا کہ آگ سے اس کی انگلی جل گئی یا بجلی کے تار کو ہاتھ لگا کر دیکھا کہ شارٹ لگا یا سانپ نے خود اس کو کاٹا یا خود اس کو

کسی نفع ونقصان کا تجربہ ہوا ہو، یہ سب حق الیقین کے درجہ میں ہوگا، اس میں ذرہ برابر شک وشبہ نہیں ہوگا، یقین ہی یقین کی کیفیت ہوگی۔

جب انسان کو حق الیقین کے درجہ کا ایمان نصیب ہوگا تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر پورے شوق اور ذوق کے ساتھ عمل کرے گا، اگر ایک انسان کو یہ اطلاع دی جائے کہ فلاں کمرے کے سوراخ میں سانپ ہے اور وہ اس اطلاع کے باوجود کمرے ہی میں لیٹا یا بیٹھا رہے تو ہم کہیں گے کہ اس کو اطلاع تو ہے معلومات کی حد تک کہ فلاں سوراخ میں سانپ ہے مگر یقین نہ ہونے کی وجہ سے وہ اسی جگہ لیٹا یا بیٹھا ہوا ہے۔

اسی طرح ایک انسان ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود دوزخ کے راستوں ہی کو پسند کرے، اسی پر چلتا رہے اور دوزخی اعمال کرتا رہے تو ہم کہیں گے کہ اس کو ایمان اور دین کی باتوں کی معلومات تو ہیں مگر یقین نہیں ہے، کسی بھی انسان کو جھوٹا کب کہا جاتا ہے؟ جبکہ اس کے قول اور فعل میں فرق ہو! اگر کوئی زبان سے وعدہ کرے مگر عمل سے اس کو پورا نہ کرے تو ہم اس کو جھوٹا کہتے ہیں، اسلئے کہ جو بات دل میں اتر جاتی ہے وہ ہاتھوں اور پیروں سے ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتی، اسلام انسانوں سے حق الیقین کے درجہ کے ایمان کا مطالبہ کرتا ہے تاکہ انسان پختہ اور مضبوط طریقہ سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وبندگی کرے۔

پیارے بچو! یاد رکھو ہماری آنکھ غلط دیکھ سکتی ہے، ہمارے کان غلط سن سکتے ہیں، ہماری عقل غلط سوچ اور سمجھ سکتی ہے مگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی کوئی بات نہ جھوٹ ہوسکتی ہے اور نہ غلط ہوسکتی ہے۔

ایمان کی مثال جڑ، بنیاد اور روح کی ہے

(۱) ایمان کی مثال جڑ کی سی ہے اور اعمال کی مثال پتے، ڈالیاں اور پھل پھول کی سی ہیں، اگر درخت کو جڑیں ہوں تو پتے ڈالیاں، پھل پھول نکلیں گے اور اگر جڑیں نہ ہوں صرف تنا رہے گا تو پتے، ڈالیاں، پھل پھول نہیں نکلیں گے یا پھر جڑوں میں کیڑ اور خرابی ہو تو پھل پھول میں بھی کیڑ اور خرابی ظاہر ہوگی، بالکل اسی طرح صحیح ایمان اگر دل میں ہو

تو جسم کے اعضاء سے اچھے اعمال نکلیں گے اور اگر دل میں ایمان صحیح نہ ہو، غلط فکر، غلط عقیدہ اور غلط خیالات ہوں تو اعمال بھی خراب ہی نکلیں گے۔

(۲) ایمان کی مثال بنیاد کی سی ہے اور اعمال اس کا ڈھانچہ ہے، جس طرح دنیا کی ہر عمارت میں ایک بنیاد ہوتی ہے اور ایک اس کا ڈھانچہ، اگر کسی عمارت میں بنیاد ہی نہ ہو تو ڈھانچہ زیادہ دن تک ٹھہر نہیں سکتا، بالکل اسی طرح ایمان بنیاد ہے، شریعت اس کا ڈھانچہ اور اسٹرکچر ہے، اگر کسی انسان کے پاس ایمان نہ ہو تو وہ شریعت پر نہیں چل سکتا، اگر کوئی دنیا میں اسلام پر اٹک اٹک کر چلتا ہو تو وہ کل قیامت کے دن پلصراط پر بھی ٹھوکریں کھاتا ہوا گرتا پڑتا چلے گا۔

(۳) ایمان کی مثال روح کی سی ہے اور اعمال اس کا جسم ہے، اگر کسی انسان میں روح ہی نہ ہو تو وہ حرکت ہی نہیں کر سکتا اور مردہ ہی پڑا رہتا ہے، بالکل اسی طرح اگر انسان کے پاس ایمان نہ ہو تو وہ چلتی پھرتی لاش کے مانند ہوتا ہے، اس سے اعمال صالحہ نہیں نکلتے، ایمان گویا روح کی مانند ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کو شجرۂ طیبہ سے مثال دی ہے، جس طرح درخت آدھا زمین میں اور آدھا باہر ہوتا ہے تو وہ پھل پھول سکتا ہے، اگر درخت کو مکمل زمین میں دبا دیا جائے یا زمین کے اوپر پھینک دیا جائے تو وہ پھل پھول نہیں سکتا، کلمہ طیبہ کی مثال ایسی ہے جو مومن کے دل میں اس کا بیج آ جانے کے بعد ہاتھوں اور پیروں سے ظاہر ہو کر ہمیشہ ہرا بھرا سال بھر مزیدار خوشبودار پھل پھول دیتا رہتا ہے اور اس کی جڑیں دل کی زمین میں مضبوط اور شاخیں آسمان سے باتیں کرتی رہتی ہیں۔

شرک اور کفر کو شجرۂ خبیثہ سے مثال دی گئی ہے، جو انسان کے دل میں داخل ہو کر انسان کو شیطان نما انسان بنا دیتا ہے اور اس کے دل و دماغ میں غلط فکر، غلط عقیدے اور غلط خیالات ہونے سے وہ جسم سے ہمیشہ بدبودار، کڑوے، بدمزہ، سڑے ہوئے پھل پھول دیتا ہے، جس کی جڑیں مکڑی کے جالے کی طرح کمزور اور پپیتے کی شاخوں کی طرح بودی ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی تفصیل

مسلم اور غیر مسلم دونوں کا خدا ایک ہی ہے، تقریباً دنیا کے تمام انسانوں میں اللہ تعالیٰ کی تڑپ اور محبت ہے اور وہ شرک کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ ہی کو بڑا اور برتر مانتے اور مختلف راستوں سے کٹ جانے کے بعد اسے ہی پکارتے ہیں اور آسمان کی طرف انگلی اٹھا اٹھا کر اسی کو اصل مالک مانتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کو اپنی اپنی زبانوں میں الگ الگ ناموں سے یاد کرتے ہیں، کوئی گارڈ، کوئی پربھو اور پرماتما اور کوئی ایشور اور خدا کے ناموں سے اسے یاد کرتے ہیں، الگ الگ ناموں سے یاد کرنے کی وجہ سے اکثر انسانوں کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ ہندوؤں کا خدا الگ، پارسیوں کا خدا الگ، سکھوں کا خدا الگ، عیسائیوں کا خدا الگ، یہودیوں کا خدا الگ اور مسلمان کا خدا الگ ہے لیکن ایسا ہرگز نہیں، یہ فکر اور خیال غلط ہے، اس لئے تمام انسانوں کو یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہئے کہ تمام انسانوں کا خدا ایک ہی ہے مگر انہوں نے اپنی اپنی زبانوں میں اس کے نام الگ الگ رکھ لئے ہیں، جس طرح پانی کو انگریزی میں واٹر، تلگو میں نیل اور اردو میں پانی، عربی میں مآء کہہ کر الگ الگ ناموں سے پکارنے پر اردو کا پانی الگ، انگریزی کا واٹر الگ، تلگو کا نیل الگ نہیں ہوتا بلکہ ایک ہی ہوتا ہے، اسی طرح خدا کو الگ الگ زبانوں میں الگ الگ ناموں سے یاد کرنے سے وہ الگ الگ نہیں ہو جاتا، سب کا خدا ایک اور سب کا پالنے والا، سب کا مالک وہی ایک ہے جس کو عربی زبان میں ''اللہ'' کہتے ہیں۔

ایمان لانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو پہچاننا ضروری ہے

اسلام نے انسانوں سے ایمان بالغیب کا مطالبہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو پہچانے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتا، دنیا کی اس امتحان گاہ میں اللہ تعالیٰ کسی کو نظر نہیں آتا اس لئے انسانوں پر یہ لازمی اور ضروری ہے کہ وہ پہلے اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور پھر اس پر ایمان

لائیں، پہچان حاصل کئے بغیر صرف دوسروں کی طرح ماننے سے وہ ایمان نہیں کہلاتا، اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری وحی قرآن مجید نازل کر کے اپنی پہچان کروائی ہے اور اس کو ماننے اور ایمان لانے کا طریقہ سمجھایا ہے اور انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ توحید پر زندگی گذار دیں۔

توحید کی تفصیل: اسلامی تعلیمات کے مطابق توحید کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو واحد اور اکیلا اپنا مالک ماننا اور اسی کی عبادت و بندگی و غلامی کرنا، یعنی اسی کو معبود ماننا، معبود کے معنی وہ ذات جس کی عبادت وغلامی کی جاتی ہے، توحید کی چار قسمیں ہیں:

(۱) توحید ذات۔ (۲) توحید صفات۔ (۳) توحید حقوق۔ (۴) توحید اختیارات۔

ذات وصفات کسے کہتے ہیں؟ اس کو اچھی طرح سمجھو!...... اگر کسی بچے کا نام مصباح اللہ ہے اور وہ ڈاکٹر ہے، رحمدل ہے، مدد کرنے والا ہے، انصاف کی بات کرتا ہے، لوگ اس کو ڈاکٹر صاحب ڈاکٹر صاحب کہہ کر پکارتے ہیں تو مصباح اللہ اس کا ذاتی نام ہوا اور ڈاکٹر صاحب اس کا صفاتی نام ہوا اور وہ مدد کرنے والا، انصاف کرنے والا، رحم کرنے والا، ڈاکٹر کا کام کرنے والا یہ سب اس کی صفات ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ''اَللّٰہُ'' ہے اور اس کے اوصاف اور کاموں کے اعتبار سے جو اس کے نام ہیں وہ صفاتی نام کہلاتے ہیں، مثلاً حَیّ (زندہ ہونا) عَلِیْمٌ (جاننے والا) سَمِیْعٌ (سننے والا) چونکہ وہ کائنات کی تمام چیزوں کو بناتا اور پیدا کرتا ہے اس لئے اس کو خالق کہتے ہیں، وہ کائنات کے ذرہ ذرہ کی دن رات پرورش کرتا ہے اس لئے اس کو ''رَبّ'' کہتے ہیں، وہ بے انتہاء مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے، اس لئے اس کو رَحْمٰن و رَحِیْم کہتے ہیں، وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قدرت رکھنے والا ہے اس لئے اس کو قادر کہتے ہیں، یہ سب اس کے اوصاف اور کاموں کے لحاظ سے اس کے صفاتی نام ہیں۔

اسلام نے انسانوں کی گمراہی کو دور کیا اور اللہ تعالیٰ کا صحیح طریقہ سے تعارف اور پہچان کراتے ہوئے توحید کی صاف صاف تعلیم دی اور یہ بتلایا کہ اس کی کوئی مثل اور مثال بھی نہیں، وہ اکیلا، یکتا اور تنہا ہے، اس کو دیکھے بغیر دل میں بھی کوئی تصویر اور مورتی

نہیں بنائی جاسکتی، سورۂ اخلاص میں اس کی صاف صاف تعلیم دی گئی: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۔ لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ ۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔ (اے نبی! لوگوں سے) کہدو کہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، نہ اس کے (کوئی) اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد، اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔

- **توحید ذات یہ ہے کہ اس کو ایک اور اکیلا مانا جائے۔**
- **توحید صفات یہ ہے کہ اس کے تمام کاموں میں کسی دوسرے کو شریک نہ کیا جائے۔**
- **توحید حقوق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اللہ تعالیٰ ہی کو دئے جائیں یعنی عبات** صرف اللہ تعالیٰ ہی کی کرنا اور عبادت کے اقسام قیام، رکوع، سجدہ، دعاء سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص رکھنا، ڈر وخوف اللہ تعالیٰ ہی سے رکھنا، سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ ہی سے کرنا، دعاء، منت، مراد سب اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنا۔
- **توحید اختیارات یہ ہے کہ غلامی صرف اللہ ہی کی کرنا، اللہ تعالیٰ ہی کے قانون کے مطابق زندگی گذارنا۔**

ان چار چیزوں میں خالص اللہ تعالیٰ ہی کو ماننا توحید خالص کہلاتی ہے۔

☆☆ اللہ ☆☆

شرک کی مختصر سی تفصیل

غیر مسلم اللہ تعالیٰ کو مانتے تو ضرور ہیں مگر پہچانتے نہیں جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، شرک کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلوقات کو بھی خدا یا خدا جیسا سمجھنا، جو شرک کرتا ہے اسے مشرک کہتے ہیں اور مشرکوں کا ٹھکانہ ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم ہے، عام طور پر انسان چار طریقوں سے شرک کرتا ہے:

(۱) **شرک فی الذات:** اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی مخلوق کو شریک کرنا۔

(۲) **شرک فی الصفات:** اللہ تعالیٰ کے کاموں میں کسی مخلوق کو شریک کرنا۔

(۳) **شرک فی الحقوق:** اللہ تعالیٰ کے حقوق میں کسی مخلوق کو شریک کرنا۔

(۴) **شرک فی الاختیارات:** اللہ تعالیٰ کے اختیارات کسی مخلوق کو دیدینا۔

شریک فی الذات: اللہ تعالیٰ کی ذات میں شرک یہ ہے کہ ایک خدا کی جگہ کئی کئی خدا مانے جائیں، جیسے آتش پرست نیکی اور برائی کا خدا الگ الگ مانتے ہیں، عیسائی تین خدا مانتے ہیں، تین خدا ماننے کے باوجود عیسائی لوگ اپنے آپ کو توحید پرست کہتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ تین خدا کا ہونا اصل میں ایک ہی خدا کا ہونا ہے، اس لئے وہ کہتے ہیں کہ تین ایک ہے اور ایک تین ہے، وہ کہتے ہیں کہ باپ، بیٹا اور روح القدس خدا ہی کے تین روپ ہیں اور تینوں مل کر ایک ہیں، ہندو اور مشرکین ۳۳ رکروڑ خدا مانتے ہیں، کسی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا اوتار سمجھ کر یہ تصور رکھنا کہ اللہ تعالیٰ فلاں فلاں مخلوق کا روپ اختیار کر کے زمین پر آتا ہے یہ بھی شرک فی الذات ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شکل وصورت کیا ہے؟ کسی کو معلوم نہیں ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کو دیکھے بغیر اس کا فوٹو بنانا بالکل غلط اور جھوٹ ہے، اب اگر کوئی شخص اللہ کا فوٹو یا مورتی بناتا ہے تو وہ صحیح نہیں ہوگی، یا دل میں، پھر اس خیالی اور فرضی فوٹو اور مورتی کو خدا کی مورتی مانے تو یہ بھی شرک فی الذات ہے، اگر کوئی دل میں اللہ تعالیٰ کا کوئی خیالی

خاکہ بناتا ہے تو یہ شرک فی الذات ہے۔

شرک فی الصفات: اللہ تعالیٰ کی صفات میں شرک یہ ہے کہ مخلوقات میں بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کو مانا جائے مثلاً اللہ تعالیٰ ہی حقیقت میں نفع ونقصان دینے والا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مخلوقات کو بھی نفع ونقصان والا سمجھا جائے تو یہ شرک ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہی موت وحیات دینے والا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مخلوقات کو بھی موت وحیات دینے والا سمجھنا شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی تندرستی اور صحت دینے والا ہے لیکن مخلوقات کو بھی صحت وتندرستی دینے والا سمجھنا شرک ہے۔

بیٹا، بیٹی دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اس لئے مخلوقات کو بھی بیٹا بیٹی دینے والا سمجھنا شرک ہے، غرض یہ کہ مخلوقات کو بھی مشکلات کا دور کرنے والا، مخلوقات کو بھی حاجتوں کا پورا کرنے والا، مخلوقات کو بھی روزی دینے والا، مخلوقات کو بھی عزت وذلت کا دینے والا، مخلوقات کو بھی کامیابی اور ناکامی دینے والا سمجھنا اللہ تعالیٰ کی صفات میں شرک ہوگا، یعنی اللہ تعالیٰ کے اوصاف اور کاموں کو کسی بھی مخلوق میں ماننا شرک ہے۔

شرک فی الحقوق: تمام انسانوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں، صرف اسی کو بندگی کے لائق سمجھیں، سجدہ اسی کے لئے کریں، رکوع بھی اسی کے لئے کریں، اسی کی بڑائی اور حمد کریں، اسی کا شکر بجالائیں، دعائیں اسی سے کریں، مرادیں اسی سے مانگیں، منت اور نذر اسی کے نام کی مانیں، روزہ اسی کے لئے رکھیں وغیرہ وغیرہ اب ان میں سے کوئی چیز بھی کسی مخلوق کے لئے کی جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں شرک ہوگا۔

نفس کی غلامی کرنا، باپ دادا کے جاہلانہ طریقوں کی پیروی کرنا، گمراہ لیڈروں، سرداروں اور بادشاہوں اور مرشدوں کے بنائے ہوئے قوانین اور ضابطوں کی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے خلاف خوشی خوشی تعمیل کرنا اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر مخلوقات سے محبت کرنا اور ڈرنا بھی اللہ تعالیٰ کے حقوق میں شرک ہوگا۔

شرک فی الاختیارات: زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جس کی ملکیت ہے اسی کا حکم چلنا چاہیئے، اللہ تعالیٰ کی زمین پر انسانی قانون بنا کر جائز و ناجائز قائم کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ احکام و اختیارات میں شرک ہے، آج پوری دنیا میں انسانی حکومتیں عقیدہ و عبادات کی آزادی تو انسانوں کو دے رہی ہیں مگر وہ نہیں چاہتیں کہ خدا کی زمین پر خدا کا قانون چلے، چنانچہ انہوں نے زنا، چوری، قتل، شراب، سود، رشوت، شادی بیاہ، جائیداد بہت سارے اسلامی قوانین کو بدل کر انسانی قانون نافذ کردیا ہے یہاں تک کہ مغربی ملکوں میں مرد کو مرد سے اور عورت کو عورت سے شادی کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے، یہ سب خدا کی زمین پر انسانی قانون چلا کر شرک فی الاحکام و شرک فی اختیارات کیا جارہا ہے۔

اس لئے شرک سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا انسان نہ کسی کی بندگی کرے، نہ کسی دوسروں کو سجدہ کرے اور نہ رکوع کرے، نہ کسی دوسرے کے نام کی منّت مانے اور نہ اللہ تعالیٰ کے قانون اور احکام کے خلاف خوشی خوشی کسی کی اطاعت فرمانبرداری کرے۔

ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیوی، بچوں کا تصور کرنا، اللہ تعالیٰ کو کھانے پینے کی ضرورتوں کا لگانا توحید کی شان کے خلاف ہے، اس سے شان توحید باقی نہیں رہتی، انسان اللہ تعالیٰ کا جیسا تصور قائم کرے گا اس کی زندگی ویسی ہی ہوگی، نیز اس کا معاشرتی نقشہ بھی اسی کے مطابق ہوگا کیونکہ خدا کے تصور کے ساتھ انسانی زندگی کا بڑا گہرا اور بنیادی تعلق ہے۔

پیارے بچو! شرک کی مختصر تفصیل ذہن نشین کرلو:

- اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو بھی خدا ماننا شرک ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی کوئی بھی صفت کسی مخلوق میں ماننا شرک ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوقات کو بھی خالق، رب، حاکم و مالک یا معبود ماننا شرک ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوقات کو بھی مشکل کشا سمجھنا شرک ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوقات کو بھی حاجت روا سمجھنا شرک ہے۔

- اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوقات کو بھی شفا دینے والا سمجھنا شرک ہے۔
- مخلوقات سے بھی ویسے ہی ڈرنا جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرا جاتا ہے شرک ہے۔
- مخلوقات کی بھی ویسی ہی تعظیم کرنا جیسی اللہ تعالیٰ کی کیجاتی ہے شرک ہے۔
- مخلوقات سے بھی ویسی ہی محبت کرنا جیسی اللہ تعالیٰ سے کی جاتی ہے شرک ہے۔
- اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر مخلوقات سے محبت کرنا اور ڈرنا شرک ہے۔
- مخلوقات کو رکوع اور سجدہ کرنا شرک ہے۔
- مخلوقات سے منتیں، مرادیں اور دعائیں مانگنا شرک ہے۔
- قبروں کا طواف کرنا یعنی ان کے اطراف چکر لگانا شرک ہے۔
- کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کا باپ، بیٹا یا بیٹی سمجھنا شرک ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو نفع ونقصان کا مالک سمجھنا شرک ہے۔
- آگ، ہوا، پانی، سورج، چاند، زمین وغیرہ کو نفع ونقصان وغیرہ کا مالک سمجھنا شرک ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوقات کے نام کی بڑائی پکارنا اور دوہائی دینا شرک ہے۔
- دوسروں کو دکھانے کے لئے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا شرک ہے۔
- نام ونمود کے لئے خیر خیرات کرنا یا حج کرنا یا کوئی بھی نیک کام کرنا شرک ہے۔
- گناہوں میں مسلسل نفس کی اطاعت کرنا بھی شرک ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے قانون کو چھوڑ کر انسانی قانون پر خوشی خوشی زندگی گذارنا بھی شرک ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابل باپ دادا، سماج وسوسائٹی کے طریقوں پر زندگی گذارنا بھی شرک ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوقات کے نام پر جانوروں کو ذبح کرنا بھی شرک ہے۔
- جانوروں کو ذبح کرکے بتوں پر، ولیوں اور پیروں کی درگاہوں پر یا علم اور جھنڈوں پر چڑھاوے چڑھانا بھی شرک ہے۔
- بتوں اور ولیوں کے نام پر جانوروں کو چھوڑنا بھی شرک ہے۔
- مخلوقات کے نام کی قسمیں کھانا بھی شرک ہے۔

❁ مخلوقات کو غیب کا علم رکھنے والا اور غیب کی پکار سننے والا سمجھنا بھی شرک ہے۔
❁ مخلوقات کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا بھی شرک ہے۔

پیارے بچو! دعاء کی اہمیت کو ذہن نشین کر لو:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی ہے کہ دعا عبادت کا مغز اور مومن کا ہتھیار ہے، آپؐ نے اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ زندگی کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ سے ہی مانگتے رہیں، اللہ تعالیٰ ہی کو اپنی ضرورتوں کا پورا کرنے والا مانیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی تاکید کی ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں مانگتا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے، آپؐ نے یہاں تک فرمادیا کہ نمک کی ڈلی اور جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اللہ تعالیٰ ہی سے دعا مانگو، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مخلوقات سے دعا مانگنا شرک ہے اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، اس سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے اور انسانوں کو مرنے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا ہوگا، اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کا آسان راستہ دعا ہے، مومن نماز کی ہر حالت میں سورۂ فاتحہ کے ذریعہ ایاک نعبد وایاک نستعین کا اقرار بار بار کر کے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی سے مانگتا ہے، اب اگر ایک انسان اس عہد کرنے کے بعد درگاہوں، بزرگوں کی مزاروں، علموں، جھنڈوں، ولیوں سے دعا مانگتا ہے تو اس کے قول اور فعل میں فرق ہو جائے گا اور اس کا یہ اقرار جھوٹا بن جائے گا۔

غیر مسلم اللہ کے علاوہ دنیا کی مخلوقات سے دعا مانگ کر اپنے بشر ہونے کی توہین کرتا ہے اور جو لوگ بزرگوں کے وسیلہ سے دعا مانگتے ہیں وہ بھی بدعت اور گمراہی کی طرف جاتے ہیں۔

انسانوں میں شرک پیدا ہونے کی وجوہات

(۱) انسانوں میں شرک کے پیدا ہونے کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ مشرک انسان اللہ کو دنیوی راجاؤں، مہارراجاؤں اور بادشاہوں پر قیاس کرتے ہیں، وہ دیکھتے ہیں کہ دنیا کے معمولی بادشاہ عوام سے دور ایک الگ مقام پر رہتا ہے، اس کے بڑے بڑے محلات ہوتے

ہیں اور کافی زبردست پہرہ ہوتا ہے، اس کے دربار تک عام رعایا کی رسائی نہیں ہوتی، اگر اس کے دربار میں کسی کو کوئی گذارش یا التجا پیش کرنی ہو تو بادشاہ کے کسی درباری یا مقرب کی مدد حاصل کرنی پڑتی ہے تب ہی بادشاہ کے پاس رسائی ہو پاتی ہے ورنہ نہیں ہوتی۔

مشرک انسان یہ بھی دیکھتا ہے کہ بادشاہ اکیلا پوری حکومت کے کاروبار سنبھال نہیں سکتا، اس کے وزیر حکومت چلانے میں اس کے مددگار ہوتے ہیں، چنانچہ وہ اسی قیاس پر اللہ تعالیٰ کے تعلق سے بھی ایسا ہی احساس اور خیال کر کے شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ خدا کا دربار بھی ہر ایک کے لئے ہر وقت کھلا ہوا نہیں رہتا، ایک گنہگار اور عام انسان اس کے دربار میں کسی واسطہ اور وسیلہ کے بغیر اپنی گذارش اور درخواست پیش نہیں کر سکتا، اس لئے خدا کے دوستوں اور مقربینِ بارگاہ کا سہارا لینا چاہئے، بس وہ اسی غلط فہمی کا شکار ہو کر اپنے اور خدا کے درمیان بہت سے چھوٹے چھوٹے واسطوں کو کھڑا کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ماننے کا دعویٰ کرنے کے باوجود شرک کرنے لگتا ہے، یہی غلط فہمی ہے جو ہر زمانہ میں انسانوں کو شرک میں مبتلا کرنے کا بہت بڑا سبب بنی ہے۔

(۲) انسانوں میں شرک کے پیدا ہونے کا دوسرا بڑا سبب یہ ہے کہ وہ کائنات میں صحیح طور سے غور وفکر نہیں کرتے، اسلئے جس چیز سے بھی بظاہر تھوڑا سا نفع یا نقصان پہنچتا نظر آتا ہے تو اسی کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ بیٹھتے ہیں، اسی سے بننے اور بگڑنے کا تصور قائم کر لیتے ہیں، اصل حقیقت کو نہیں دیکھتے، چنانچہ جس چیز سے نفع ملتا ہے یا نقصان پہنچتا ہے اس میں خدائی طاقت مان لیتے ہیں، پھر اس کی پوجا کرتے اور اس کو خوش کرنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔

اس غلط فہمی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ چیز کو حقیقت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے، اس میں غور وفکر، تفکر وتدبر سے کام نہیں لیتے، ان کا یہ دیکھنا باشعور انسانوں جیسا نہیں ہوتا۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے دماغ عطا فرمایا تا کہ وہ دماغ سے سوچنے، سمجھنے، غور وفکر کرنے کا کام لے اور حقیقت کو سمجھے، مگر مشرک انسان چیزوں کو صرف آنکھوں کی حد تک دیکھتا اور اسباب کے درمیان رہ کر اسباب سے دھوکہ کھا جاتا ہے، اپنی عقل اور فہم

کو استعمال نہیں کرتا، اگر انسان غور وفکر اور تفکر وتدبر سے کام نہیں لے گا تو اسباب سے نفع ونقصان کو ان کا ذاتی کمال اور خوبی سمجھے گا، اسباب ہی سے بننے اور بگڑنے کا تصور قائم کرلے گا اور اللہ تعالیٰ کو مانتے ہوئے اللہ تعالیٰ جیسی صفات مخلوقات میں بھی مان لے گا، اس طرح شرک میں مبتلا ہو جائے گا۔

س: غور وفکر کرنے سے توحید کیسے سمجھ میں آتی ہے؟

ج: مشرک انسان بادلوں سے پانی برستا ہوا دیکھ کر بادلوں کی پوجا کرتا ہے، وہ قطعی یہ غور نہیں کرتا کہ بارش کے برسنے میں صرف بادلوں ہی کا نظام نہیں بلکہ بارش کے برسنے میں سورج، ہوا، پانی سب مل کر کام کر رہے ہیں تب کہیں بادل بنتے اور برسات کے موسموں میں بارش ہوتی ہے، یہ کمال نہ بادلوں کا ہے، نہ سورج کا اور نہ ہوا اور پانی کا ہے، یہ کمال تو ان تمام چیزوں کے پیدا کرنے والے کا ہے جو پانی کو بخارات بنا کر ہواؤں کے ذریعہ اڑاتا اور بادلوں میں تبدیل کرتا ہے اور ضرورت کے مطابق برساتا ہے۔

اسی طرح زمین سے پیداوار نکلتا ہوا دیکھ کر مشرک انسان زمین کی پوجا کرتا ہے، وہ یہ غور نہیں کرتا کہ زمین سے پیداوار کے نکلنے میں صرف زمین اکیلی کام نہیں کر رہی ہے بلکہ زمین کے ساتھ ساتھ سورج، ہوا، پانی، بیج وغیرہ سب مل کر کام کر رہے ہیں تب کہیں پیداوار زمین پر نکل رہی ہے، یہ صرف اور صرف ان تمام چیزوں کے مالک کا کمال ہے کہ وہ ان تمام چیزوں کو مناسب وقت پر استعمال کرتا اور ان سے پیداوار کو ظاہر کر رہا ہے، مشرک انسان کو یہ بات اچھی طرح سمجھنا چاہئے کہ چیزوں میں جو کچھ کمال اور خوبی ہے وہ ان کا اپنا ذاتی کمال اور خوبی نہیں، دراصل اللہ تعالیٰ کا کمال اور خوبی ہے جو چیزوں سے ظاہر ہو رہا ہے، اس لئے مشرک انسان کو شرک سے بچانے کے لئے چیزوں کی حقیقت سمجھائی جائے اور انہیں کائنات کی چیزوں میں غور وفکر کرایا جائے۔

اگر کوئی انسان زمین، ہوا، پانی، نباتات، جمادات، حیوانات اور انسانوں کے لئے الگ الگ خدا مانتا ہے تو اسے ذرا یہ سوچنا چاہئے کہ زمین پر نباتات بھی ہیں، حیوانات بھی ہیں، انسان بھی ہیں اور دوسری مخلوقات بھی ہیں، ان سب کو ہوا پانی، غذا،

روشنی، گرمی اور سردی چاہئے، ایسی صورت میں تمام خدا مجبور محتاج ہوتے۔

نباتات کے خدا کی محتاجی:۔ اب اگر نباتات کے خدا کو نباتات اُگانا ہوتو زمین کے خدا سے پہلے اجازت لینی پڑے گی، کیونکہ دوسرے کی ملکیت کو اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا درست نہیں، پھر نباتات کو زندہ اور باقی رکھنے کے لئے پانی، ہوا، روشنی اور گرمی کی ضرورت ہوتی ہے تو ہوا، پانی اور سورج کے خداؤں سے بھی مدد مانگنی پڑے گی تب ہی نباتات کی ضروریات کا انتظام ہو سکے گا اور نباتات باقی وزندہ رہ سکیں گے۔

انسانوں کے خدا کی محتاجی:۔ اسی طرح انسانوں کے خدا کو انسانوں کی پرورش کے لئے زمین، ہوا، پانی اور حیوانات ونباتات کے خداؤں سے مدد مانگنی پڑے گی، تب ہی وہ انسانوں کی ضروریات پوری کر سکے گا ورنہ نہیں کر سکے گا۔

انسانوں، حیوانوں اور نباتات کے خداؤں کی محتاجی:۔ سورج کی روشنی، گرمی اور سردی انسانوں، حیوانوں اور نباتات کیلئے بے حد ضروری ہے، ایسی صورت میں انسانوں، حیوانوں اور نباتات کے خداؤں کو سورج کے خدا سے مدد مانگنی پڑتی کہ وہ ان مخلوقات کیلئے اپنی روشنی، گرمی اور سردی کا انتظام کرے، زمین پر دن اور رات کا نظام لائے، موسموں کو تبدیل کرے، اگر سورج کا خدا انکار کردے تو زمین کے تمام کاروبار ہی چوپٹ ہوجاتے۔

مختلف حیوانات کو انسان اپنی غذا اور سواری کے لئے استعمال کرتا ہے، جو حیوان زہریلے اور خطرناک ہوتے ہیں انسان ان کو مار ڈالتا ہے، اگر حیوانات کا خدا الگ ہوتو حیوانات کے ساتھ انسانوں کا یہ سلوک دیکھ کر وہ ناراض ہوجاتا اور انسانوں اور حیوانات کے خداؤں میں لڑائی ہوتی۔

بہت سے حیوانات کی غذا نباتات ہیں، جنہیں وہ میدانوں، جنگلوں میں چرتے پھرتے تلاش کر کے کھاتے ہیں، ایسی صورت میں حیوانات کے خدا کو نباتات کے خدا سے اجازت لینی پڑتی تھی کہ وہ حیوانات کے لئے نباتات کھانے کی اجازت دے۔

بہت سے جانور پانی اور زمین میں رہتے ہیں، ایسی صورت میں جانوروں کے خدا کو پانی اور زمین کے خداؤں سے اجازت لینی پڑتی تھی۔

زمین میں زلزلے اور طوفان آتے ہیں، سینکڑوں انسان، جانور اور نباتات مرجاتے یا بہہ جاتے ہیں، ذرا غور کرو کہ اگر زمین، نباتات، حیوانات اور انسانوں کے خدا الگ الگ ہوتے تو زلزلے اور طوفان کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر ناراض ہوتے اور اُن میں لڑائی جھگڑا ہوتا یا پھر زمین پر طوفان لانے کے لئے ضروری ہوتا کہ ہوا کے خدا کو پانی کے خدا سے مدد لیکر زمین کے خدا سے اجازت لینی پڑتی، یا زلزلہ لانے کے لئے زمین کے خدا سے اجازت لینی پڑتی، اگر زمین کا خدا بغیر اجازت زلزلہ لادے تو حیوانات اور نباتات وغیرہ کے خدا ناراض ہوجاتے کہ انسانوں کو سزا دینے کے لئے ہماری مخلوق کو کیوں مارا جارہا ہے؟ ہوا کا خدا طوفان لادے تو نباتات اور حیوانات کے خدا ناراض ہوجاتے کہ انسانوں کو سزا دینے کے لئے ہمارے حیوانات اور نباتات کا کیوں نقصان کیا جارہا ہے؟ یا زمین کا خدا غصہ ہوکر زلزلے کا حکم دیدے تو نباتات، جمادات، حیوانات، انسانوں کے خدا ناراض ہوجاتے کہ ہماری مخلوقات کو کیوں مارا جارہا ہے؟ ان میں فساد شروع ہوجاتا، سخت گرمی اور سخت سردی سے انسانوں اور جانوروں کو پریشانی ہوتی اور بعض حالات میں وہ مربھی جاتے ہیں، نباتات سوکھ جاتے ہیں، ایسی حالت میں ان تمام مخلوقات کے خدا سورج کے خدا سے ناراض ہوجاتے۔

اسی طرح غور کرو! زمین سے پیداوار حاصل کرنے کے لئے کھیتوں کو تیار کرنا پڑتا ہے، ہل اور ٹریکٹر چلا کر زمین کو نرم بنایا جاتا ہے، پھر زمین سے پیداوار اُگنے کے لئے بیج، ہوا، پانی، روشنی اور گرمی چاہیے، ان کی مدد کے بغیر زمین پیداوار نہیں اُگا سکتی، اب ذرا غور کرو کہ اگر خدا الگ الگ ہوتے تو زمین پر ہل چلانے کے بعد زمین کے خدا کو بارش کے خدا سے گذارش کرنی پڑتی تھی کہ میری زمین کے فلاں فلاں حصوں پر برسات کا موسم شروع ہوگیا ہے، آپ ذرا وہاں بارش برسادیجئے اور پیداوار اُگ جانے کے بعد پھر گذارش کرنی پڑتی کہ اب ذرا بارش کو بند کردیجئے ورنہ میری فصل خراب ہوجائے گی، اسی طرح بادلوں میں پانی ختم ہونے کے بعد بارش کے خدا کو سورج کے خدا سے گذارش کرنی پڑتی کہ آپ اپنے سورج کی شعاعوں سے پانی کو بھاپ بنا کر بادلوں میں بھیجئے اور سورج

کے خدا کو ہواؤں کے خدا سے درخواست کرنی پڑتی کہ وہ پانی کے بخارات کو ایک جگہ جمع کر کے بادل کی شکل میں لیکر اڑائیں، کھیت پوری طرح تیار ہو جانے کے بعد اناج کے خدا کو حیوانات کے خدا سے التجا کرنی پڑتی کہ وہ کیڑے مکوڑوں سے فصلوں کو برباد نہ کریں۔

پیارے بچو! ذرا غور کرو کہ کائنات میں کئی خدا ہوتے تو کیا کائنات کا نظام چل سکتا تھا؟ ہرگز نہیں! اگر کئی خدا ہوتے تو کائنات کے نظام میں ربط و تعلق بالکل نہیں رہتا، جبکہ کائنات کی تمام چیزوں میں نظم و ضبط ہے، ہم آہنگی ہے، وہ ایک دوسرے مربوط ہیں، آپس میں زبردست ربط و ضبط رکھتے ہیں، زمین کا تعلق پانی سے ہے، پانی کا تعلق سورج سے ہے، سورج کا تعلق ہوا سے ہے، حیوانات، نباتات اور انسان' زمین، ہوا، پانی اور غذا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے، انسان کا تعلق نباتات اور حیوانات سے ہے، انسان کھیتوں سے جو اناج اُگاتا ہے اسے انسان اور جانور دونوں کھاتے ہیں، جانور انسانوں کی ضرورت ہے، پانی ہر جاندار کی ضرورت ہے، پانی انسانوں کو بھی چاہئے، نباتات کو بھی چاہئے اور حیوانات کو بھی چاہئے، سب ایک دوسرے کی ضرورت ہیں، اس لئے عقل بھی یہ بات مانتی ہے کہ سب مخلوقات کا ایک ہی خدا ہونا ضروری ہے، ایک سے زائد خدا ہوں تو کائنات میں یہ ربط و تعلق قائم نہیں رہے گا اور پوری کائنات ایک سکنڈ میں ختم ہو جائے گی۔

پہاڑوں سے زمین میں ٹھہراؤ باقی ہے، سورج، چاند، ستاروں سے زمین پر گرمی، سردی اور برسات کے موسم بنتے ہیں، دن اور رات کا نظام چلتا ہے، کائنات کی ہر چیز کسی نہ کسی طرح ایک دوسرے تعلق و ربط رکھتی ہے اور یہ ربط و تعلق اور کنٹرول محض صرف ایک واحد خدا ہونے کی وجہ سے ہے، کئی خداؤں کا نظام نہیں، اگر کئی خدا ہوتے تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور یہ ربط و تعلق بھی نہ رہتا۔

مشرک انسان غور وفکر اور تفکر و تدبر سے کام لے تو اُسے آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ کائنات میں کئی کئی خداؤں کا راج نہیں' صرف ایک خدا کا کنٹرول ہے، پھر کائنات کی تمام چیزوں میں اُن کا اپنا ذاتی کوئی کمال اور خوبی نہیں، وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا کمال اور خوبی ہے جو ہر چیز سے ظاہر ہو رہا ہے، اس لئے انسان کو چاہئے کہ کائنات کو تفکر

وتدبر کی نگاہ سے دیکھے نہ کہ جانوروں کی طرح دیکھے، کائنات کی ہر چیز صرف اللہ واحد کا تعارف کرواتی ہے، غرض یہ کہ انسان کائنات میں غور وفکر کرے گا تو حقیقت اس کی سمجھ میں آئے گی اور وہ شرک میں مبتلا ہونے سے بچ جائے گا۔

(۳) شرک کے پیدا ہونے کا ایک سبب باپ داداؤں، سرداروں اور عالموں کی اندھی تقلید ہے، اندھی تقلید کا مطلب یہ ہے کہ سوچے سمجھے بغیر پیروی کرنا، بنی اسرائیل نے اپنے علماء کو رب بنالیا تھا، انہوں نے شریعت کے قانون کے مقابل اور اپنی خواہش کے مطابق قانون بنا کر بہت سی چیزوں کو اپنی طرف سے حلال کردیا تھا اور بہت سی چیزوں کو حرام ٹھہرا دیا تھا، پھر بھی ان کے عوام ان کی تقلید کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کے دین کو چھوڑ کر انسانوں کے بنائے ہوئے قانون اور آئین کو خوشی خوشی اختیار کرنا بھی ایک طرح کا شرک ہے، یہ ایسا شرک ہے جس میں الگ سے پوجا پاٹ کے مراسم ادا نہیں کرتے، نذر و نیاز نہیں چڑھاتے، دعائیں اور منت و مراد نہیں مانگتے، اسے عربی میں شرک فی الحکم کہتے ہیں، بلکہ غیر اللہ کے عقائد، نظریات اور فلسفوں پر لوگ ایمان لاتے اور انہی کے قوانین، طریقوں اور ضابطوں پر خوشی خوشی زندگی گذارتے ہیں، ایسے لوگ اپنی معاشرت، اپنے تمدن، اپنے کاروبار، لین دین، عدالت اور سیاست میں خدا کے قانون کو چھوڑ کر انسانی قانون اور سوسائٹی کے رسم ورواج کو اپنائے رہتے ہیں۔

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی نگاہ اس شرک پر نہیں ہے اور یہ شرک اُن کے وہم وگمان سے باہر ہو چکا ہے اسلئے وہ قرآن کو اللہ کا کلام ماننے اور اس پر ایمان لانے کے باوجود حکومت واقتدار میں اسلامی قوانین کے بجائے انسانی قوانین پر زندگی گذار رہے ہیں۔

مشرکین کی صفات

۞ مشرکین کو خدائے واحد کا ذکر ہمیشہ ناگوار گذرتا ہے، ان کو اللہ ہی اللہ کی رٹ پسند نہیں آتی، وہ خالص صرف اللہ کا نام سننا پسند نہیں کرتے۔

- مشرکین کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے معبودانِ باطل سے محبت ہوتی ہے اور وہ اٹھتے بیٹھتے انہیں کو پکارتے ہیں۔
- مشرکین اپنے جھوٹے معبودوں کے بھروسہ پر ہمیشہ گناہ اور نافرمانی کے کام کئے جاتے ہیں۔
- مشرکین اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی سے واقف نہیں رہتے، وہ صرف اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں مگر پہچانتے نہیں۔
- شرک بہت بڑا جھوٹ بھی ہے اور ظلم بھی، اس طرح مشرکین جھوٹ اور ظلم کی روش پر ہوتے ہیں۔

انسان خدا کیسے ہوسکتا ہے؟ دنیا میں سیکڑوں انسان اپنے جیسے محتاج انسانوں کو خدا مان کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، غور کرو انسان گوشت، ہڈی، خون، چمڑا وغیرہ کا مجموعہ ہے اور یہ تمام چیزیں ہوا، پانی اور غذا کی محتاج ہیں، ان تینوں چیزوں کے بغیر یہ پرورش نہیں پاسکتا، انسان کے تمام اعضاء میں روز تغیر آتا رہتا ہے، وہ بچے سے جوان اور جوان سے بوڑھا ہو کر مرجاتا ہے، اس کی بینائی، سماعت، بات کرنے کی صلاحیت، عقل و فہم اور قوت میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے جس میں ہر روز تغیر آتا ہو اور جو مختلف چیزوں کا محتاج ہی محتاج ہو وہ خدا کیسے ہوسکتا ہے؟ خدا تو وہ ہے جس میں کسی قسم کا عروج وزوال نہ ہو اور نہ کوئی نقص اور عیب ہو اور نہ کوئی تغیر اور محتاجی ہو۔

خدا کے ساتھ اولاد اور بیوی کا عقیدہ بہت بڑا بہتان ہے

خدا کے لئے اولاد کا عقیدہ یا بیوی کا عقیدہ انتہائی غلط اور بے بنیاد عقیدہ ہے، جو لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں ان کے پاس اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے کسی طرح کی دلیل نہیں ہوتی، وہ اس عقیدہ کو سمجھانے کے لئے عجیب عجیب عقل میں نہ آنے والی باتیں کرتے ہیں، یہ صرف ان کے دماغوں کے گمراہ خیالات ہوتے ہیں، اس قسم کا عقیدہ خدائے پاک کی ذات پر ناقابل برداشت بہتان ہے۔

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ مخلوق نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کی کوئی عمر مقرر ہے کہ وہ ایک دن مر جائے گا، موت تو صرف مخلوقات پر آتی ہے، اللہ تعالیٰ موت جیسے عیب سے پاک ہے، بیٹا بیٹی کی ضرورت تو صرف اسی کو ہوتی ہے جس کی زندگی محدود ہو اور جس پر موت آنے والی ہو، مثلاً اگر آپ گائے، بیل، بھینس، بکری یا مرغی پالیں تو ان کی نسل کو باقی رکھنے کے لئے ان کے بچے ہونا ضروری ہے ورنہ ان کی موت کے ساتھ ہی دنیا سے ان کی نسل بھی ختم ہو جائے گی یا فرض کرو کہ ایک انسان ہے اب اگر وہ مر جائے اور اولاد نہ ہو تو سوچو کہ اس کی نسل کیسے چلے گی؟ اس لئے ضروری ہے کہ اس کو کوئی اولاد ہو جس سے نسل انسانی چلتی رہے۔

مگر اللہ تعالیٰ کے لئے نہ ایسی حاجت ہے اور نہ کوئی محتاجی، وہ تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، وہ بیٹا بیٹی سے پاک ہے، اس کو نہ موت آتی ہے اور نہ نیند اور نہ اونگھ اور نہ اس کو مخلوقات کی طرح اپنی نسل کو باقی رکھنا ہے، وہ تو اکیلا تھا، اکیلا ہے اور اکیلا ہی رہے گا، اس کو نہ نسل چاہئے اور نہ نسل کو باقی رکھنا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسان تھے، ان کا جسم خون، ہڈی، گوشت، چمڑا اور رگوں کا ہی مجموعہ تھا، وہ کھانا کھاتے، پانی پیتے اور سوتے جاگتے بھی تھے، ان کو وہ ساری حاجتیں تھیں جو ایک عام انسان کو ہوتی ہیں، وہ بھی ماں کے پیٹ ہی سے پیدا ہوئے، ان کی والدہ بھی انسان ہی تھیں، انسان کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ انسان ہی ہوتا ہے خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہوسکتا، پیدا ہونے والا خدا نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ انسانوں کی طرح مجموعہ و مرکب نہیں

پیارے بچو! انسان مجموعہ اور مرکب ہے روح، خون، پانی، گوشت، ہڈی، چمڑا اور بالوں کا، اگر اس کے جسم سے سارا خون نکال لیا جائے، ہڈیاں نکال لی جائیں یا روح نکال لی جائے تو وہ مردہ ہو جاتا ہے، غرض یہ کہ انسان صورت و شکل میں اکیلا ہوتے ہوئے بھی مرکب اور مجموعہ ہے اور کئی چیزوں کے ملنے سے بنا ہے، خون، پانی کی کمی ہو جائے تو زندہ نہیں رہ سکتا مگر اللہ تعالیٰ انسانوں کی طرح مجموعہ اور مرکب نہیں

، وہ نہ خون، ہڈی اور رگوں کا مجموعہ ہے اور نہ روح اور جسم کا مجموعہ، انسان چمڑے کا بنا ہوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نہ چمڑے کا ہے، نہ لکڑی کا اور نہ پتھر کا بنا ہوا ہے اور نہ سونا، چاندی اور مٹی کا ہے، اس کے علاوہ انسان میں جو کچھ صفات ہیں وہ اس کی اپنی ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی دین اور عطیہ ہیں اور انسان میں تمام صفات ناقص ہیں، اللہ تعالیٰ کی جو کچھ صفات ہیں وہ اس کی اپنی ذاتی ہیں کسی کی دین اور عطیہ نہیں، اس کی تمام صفات کامل ہیں، کسی میں کوئی نقص نہیں، وہ کیسا ہے؟ کوئی نہیں جانتا، مگر وہ اکیلا یعنی احد ہے، اس کے برابر کوئی نہیں، اس جیسا کوئی نہیں، اس کی جیسی صفات کسی میں نہیں، وہ اپنی ذات میں بھی اکیلا ہے اور صفات میں بھی اکیلا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو سمجھانے کے لئے ایک مثال

(مثال سمجھانے اور رہبری کیلئے ہے برابری کیلئے نہیں) بجلی پر غور کیجئے! بجلی کی کوئی ظاہری شکل وصورت نظر نہیں آتی اور نہ بجلی کی کوئی شکل وصورت پہاڑوں، درختوں اور جانوروں کی طرح بنا کر سمجھا یا جاسکتا ہے، بجلی کو اس کی صفات ہی سے پہچانا جاتا ہے، اس کی صفات ہی سے اس کی طاقت، قوت اور پاور کو مانا جاسکتا ہے، مثلاً اگر پنکھا چل رہا ہے، بلب جل رہا ہے، مشین چل رہی ہے، فریج میں پانی ٹھنڈا اور برف بن رہا ہے، پانی بجلی کے چولہے پر گرم ہو کر بھاپ بن رہا ہے یا کپڑے دھونے کی مشین میں کپڑے دھل رہے ہیں، ٹی وی چل رہا ہے تو ہم ان تمام کاموں کو دیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ بجلی موجود ہے، مگر اس کا وجود کسی شکل وصورت میں نہیں بتایا جاسکتا، بجلی کو بجلی کی صفات سے ہی پہچانا جاسکتا ہے اور مانا جاسکتا ہے، ہم کبھی بجلی کی شکل وصورت کو نہیں دیکھتے مگر اس کی طاقت، قوت، پاور اور پکڑ کا پورا پورا اندازہ رکھتے ہیں، ہم کو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ بجلی چند ہی سکنڈوں میں ہزاروں میل کے دائرے میں ایک ساتھ پہنچ کر ایک ہی وقت میں ہزاروں چیزوں میں الگ الگ حرکت ڈال دیتی ہے اور تمام چیزوں میں حرکت آجاتی ہے۔

پیارے بچو! ذرا غور کرو کہ جب اللہ تعالیٰ کی ایک معمولی مخلوق میں اتنی طاقت، قوت

، پاور اور کمال ہے تو بجلی کے خالق کے پاس کیسی قوت، طاقت، قوت پاور اور کمال ہوگا، کیا ہم اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں؟ انسان بجلی کے نظر نہ آنے پر صرف اس کی صفات اور کاموں کو دیکھ کر بجلی کے وجود اور طاقت کو مانتے اور اس سے ڈرتے اور احتیاط کرتے ہیں، تو اس پھیلی ہوئی کائنات میں بجلی کے خالق و مالک کی صفات کو اور اس کے کاموں کو دیکھ کر کیا مالک کا اقرار نہیں کر سکتے؟ اگر کوئی بجلی کا انکار کرے تو اس سے بجلی کے وجود پر کچھ بھی اثر نہیں پڑتا، ان کے نہ ماننے سے بجلی کا وجود ختم نہیں ہو جاتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا وجود محض کوئی خیالی اور فرضی وجود نہیں جس کا اظہار و اقرار دلوں کو بہلانے کیلئے کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کے بجائے اللہ کی صفات پر غور کیا جائے

پیارے بچو! اگر کوئی ہم سے یہ سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ کیسا ہے؟ اس سوال پر ہم اس انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی صفات سمجھائیں گے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھنا انسانی ذہن کے بس کی بات نہیں، ایک محدود ذہن لا محدود کا تصور کر ہی نہیں سکتا، خدا تو خدا ہے انسان کائنات کی ابتداء و انتہاء اور اس کی حقیقت کو نہ سمجھ سکتا ہے اور نہ سمجھا سکتا ہے جب کہ کائنات مخلوق ہے خالق نہیں، اس لئے قرآن ذات خداوندی کے تعلق سے بحث نہیں کرتا، صرف اس کی صفات کو سمجھاتا ہے، قرآن نے ذات خداوندی کیلئے اللہ کا لفظ استعمال کیا ہے مگر اس کی صفات کا تذکرہ قرآن کے صفحات پر موتیوں کی طرح بکھرا ہوا ہے، ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہم کو ذات خداوندی پر غور وفکر کرنے سے منع فرمایا ہے، ہم اللہ تعالیٰ کی صفات پر ہی غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کو سمجھ سکتے ہیں، انسان کی یہ عادت ہے کہ وہ کسی بھی چیز کو مثال کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن کائنات کے اندر ہم جتنی چیزیں بھی دیکھتے ہیں کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھانے کیلئے کوئی مثال نہیں بنائی جا سکتی ہے اور نہ کوئی اس جیسی ہے، وہ تو بے مثال ہے اسلئے انسان کی عقل اور فہم اس کو سمجھ ہی نہیں سکتی، **اِلٰـہ** کہتے ہی ہیں اس ذات کو جس پر جتنا غور وفکر کیا جائے حیرانی بڑھتی ہی چلی جائے۔

صفات الٰہی میں غور وفکر کا طریقہ

اللہ تعالیٰ کی صفت خالق میں غور وفکر کا طریقہ

پیارے بچو! کائنات کے ذرہ ذرہ کا بنانے اور پیدا کرنے والا خالق اکیلا اللہ تعالیٰ ہے، خالق کے معنی بنانے اور پیدا کرنے والا، وہ جانداروں کو انڈوں اور ماں کے پیٹ میں بناتا اور پیدا کرتا ہے۔

☆ وہ کیچڑ اور گوبر میں بغیر نر اور مادہ کے کیڑا پیدا کرتا ہے۔
☆ وہ چاول اور دالوں میں بغیر نر اور مادہ کے کیڑے پیدا کرتا ہے۔
☆ وہ پھل اور ترکاریوں میں بغیر نر اور مادہ کے کیڑے پیدا کرتا ہے۔
☆ وہ بغیر مرغ کے فیڈ کھلا کر صرف مرغی سے انڈا پیدا کرتا ہے۔
☆ وہ مردہ بیجوں کو برسات کے پانی سے دوبارہ زندہ کرتا ہے۔
☆ وہ مردہ زمین کو لہلہاتے کھیتوں میں تبدیل کرتا ہے۔
☆ وہ دن کو ختم کر کے رات لاتا اور رات کو ختم کر کے دن لاتا ہے۔
☆ وہ جانداروں کو بار بار نیند کے ذریعہ موت دے کر پھر ہر روز زندہ کرتا ہے۔

اس کو کسی چیز کے بنانے میں نہ روپیہ پیسہ چاہئے، نہ مزدور چاہئے نہ مشینیں چاہئے، وہ اسباب کے ذریعہ بھی بناتا ہے بغیر اسباب کے بھی بناتا ہے، وہ جب کوئی چیز بنانا چاہتا ہے تو لفظ ''کُــنْ: بن جا'' کہتا ہے اور وہ بن جاتی ہے، اس کیلئے کوئی کام مشکل نہیں، اس نے زمین وآسمان جیسی بڑی بڑی چیزیں بنائیں، مچھر، چیونٹی جیسے کیڑے بنائے۔

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا کمال دیکھو کہ اس نے جانداروں کو ایک چربی کے ذریعہ دماغ جیسی عظیم الشان نعمت عطا فرمائی اور انسان اسی کی نقل کر کے آج کمپیوٹر بنایا ہے اور اس سے مختلف کام لے رہا ہے، تمام جانداروں میں سب سے اعلیٰ، عمدہ عقل وفہم انسانوں کو عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ نے جانداروں کی ضرورت کے لحاظ سے دماغ کے مختلف حصے بنائے، خاص طور پر انسانوں کو زندگی گذارنے میں بہت سارے کام کرنا پڑتا ہے،

دوست و دشمن کی پہچان، اچھے برے کی، نیکی اور بدی کی تمیز رکھنا ہے اور حق و باطل کو پہچاننا اور جنت و دوزخ کے راستوں کو سمجھنا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دماغ کے کسی حصہ میں سوچنے سمجھنے کا کام رکھا، کسی حصہ میں اچھے برے اعمال کروانے کا کام رکھا، کسی حصہ میں یادداشت، شکلوں، صورتوں، باتوں اور دنیا کی مختلف چیزوں کے علم کو محفوظ کرنے کی صلاحیت رکھا، دماغ کے کسی حصہ میں بو، مزے کو پہچاننے کی صلاحیت رکھا، کسی حصہ میں تکلیف و راحت کا احساس دلانے کا کام رکھا جس کی وجہ سے نیند کی حالت میں جاندار تو سو جاتا ہے مگر دماغ جسم کی برابر حفاظت کرتا ہے۔

آنکھوں سے دماغ کو جوڑنے والی کئی رگیں اور کنکشن رکھے، جس کے ذریعہ انسان پڑھتا لکھتا، تقریر سمجھتا، تقریر کرتا، حسابات کرتا اور مختلف حالات دیکھ کر فیصلے کرتا ہے، رنگوں اور ڈیزائن کا فرق سمجھتا اور انسانوں، جانوروں اور دنیا کی بہت ساری چیزوں کی شکلوں کو ذہن میں محفوظ رکھتا ہے۔

زبان سے دماغ کو تین ہزار کنکشن رکھے جس سے مختلف مزے، کھٹا، میٹھا، کڑوا، پھیکا، تازہ، گرم، سب کچھ جان سکتا ہے، مختلف زبانیں بول سکتا ہے، غذا سے بھوک کے ختم ہونے کا احساس اور پیٹ بھرنے سے سیر ہونے کا احساس دلانے میں دماغ ہی کا رول ہے، ورنہ پاگل آدمی کو بھوک کے ختم ہونے کا احساس ہی نہیں رہتا، اس لئے وہ بہت کھالیتا ہے، زبان سے جو کنکشن دماغ کو ہے اُسی سے یہ مختلف غذاؤں کے مزے الگ الگ لیتا ہے، اچار کا مزا الگ، دالوں کا مزا الگ، ہر قسم کے گوشت کا مزا الگ، چاول کا مزا الگ، ترکاریوں کا مزا الگ، میٹھوں کا مزا الگ الگ لیتا ہے، جانداروں کی پرورش میں دماغ جیسے جیسے پرورش پاتا ہے تو تمام اعضاء اپنی اپنی صلاحیتیں دکھاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جانوروں کے جسم کو شاندار مشینیں بنایا ہے اور ان مشینوں سے کہیں دیکھنے کا، کہیں سننے کا، کہیں بات کرنے کا اور کہیں سوچنے سمجھنے کا، کہیں حرکت کرنے کا کام لے رہا ہے، غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ جانداروں کا بدن اپنے آپ نہیں بنا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنے خاص منصوبے، حکمت اور پروگرام سے بنایا ہے۔

تمام جاندار جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے، انسان ہو یا جانور ان کی بناوٹ کا فارمولہ ایک ہی ہونے کے باوجود انسان جانوروں کے بچوں کی طرح خود سے دوڑتا بھاگتا کھاتا پیتا، بول براز نہیں کرسکتا، وہ جوان ہونے تک تقریباً بچہ ہی رہتا ہے، اس کے لکھنے پڑھنے اور بات کرنے، سمجھنے میں کافی وقت لگتا ہے، اگر اللہ چاہتا تو انسان کا بچہ بھی جانور کی طرح بچپن ہی سے سب کچھ کرسکتا تھا، مگر اللہ نے ایسا نہیں کیا یہ اللہ کی حکمت ہے، اس نے انسان اور جانور کی پرورش کا الگ الگ انداز رکھا، اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق سے دو قسم کی مکھیاں پیدا کیا، ایک ''ہاؤز بی'' گھر میں اڑتی رہتی، ہمیشہ گندگی پر بیٹھتی، گندگی کھاتی اور گندگی پھیلاتی ہے، اس کی غذا پیپ، خون، پاخانہ ہے، اس سے حیضہ پھیلتا ہے تو انسانوں کی بستیاں تباہ ہوجاتی ہیں، دوسری شہد کی مکھی ہے، یہ مکھیاں صاف ستھری جگہ جو پولیوشن سے پاک ہو اور جہاں اطراف میں پھولوں کے چمن ہوں اور گندگی نہ ہو ویسی جگہ تلاش کرکے پٹّھا بناتی ہیں، صاف ستھرا پانی اور پھولوں کا رس پیتی ہیں، گندگی سے دور رہتی ہیں، ان میں بڑا ڈسپلین ہوتا ہے، سب امیر کی اطاعت کرتی ہیں، ہر ایک کا کام تقسیم ہوتا ہے، ان کو اللہ نے دو پیٹ دیا، ایک میں شہد دوسرے میں غذا رکھتی ہیں، حفاظت کرنے والی مکھی کے بدن میں زہر ہوتا ہے، جب وہ کاٹتی ہے تو آگ جیسی جلن ہوتی ہے، انسانوں میں بھی دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک وہ جن کی فطرت بگڑ جائے وہ گندگی کو پسند کرتے، گندگی کھاتے اور زمین پر گندگی پھیلا کر فساد مچاتے ہیں، دوسرے وہ جو گندگی سے دور رہتے، پاکیزگی کو پسند کرتے، پاک رہتے اور زمین پر امن پھیلاتے ہیں، ان کی زندگی میں شہد کی مکھیوں کی طرح ڈسپلین ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت ربّ میں غور وفکر کا طریقہ

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ جس طرح کائنات کے ذرہ ذرہ کو بنانے اور پیدا کرنے والا ہے اسی طرح وہ ہر ذرہ کی ہر لمحہ ہر گھڑی پرورش اور دیکھ بھال کرنے والا ہے، ایسا نہیں کہ وہ چیزیں تو بنادیتا ہے لیکن دیکھ بھال کوئی دوسرا کرتا ہے بلکہ وہی بناتا اور وہی پالتا اور وہی ہر طرح سے ان پر قدرت رکھتا ہے، جو ذات پالنے والی ہوتی ہے اسے رب کہتے ہیں، رب کے مکمل معنی یہ ہیں کہ وہ ذات جو ہر مخلوق کی ہر عمر ہر گھڑی محبت کے ساتھ ضرورتوں

کو پورا کرے، اسے رب اور مالک کہتے ہے، وہی معبود ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اکیلا سورج، چاند، ستاروں سیاروں، زمین، آسمان، ہوا، پانی، درختوں پودوں، چرندوں پرندوں درندوں چوپایوں، حشرات الارض، انسان، جنات، فرشتوں، پہاڑوں، سمندروں سب کی ضرورتوں کو ایک ہی وقت اور ایک ہی لمحہ میں پورا کرتا ہے، پانی میں رہنے والوں کی پانی میں، ہوا میں رہنے والوں کی ہواؤں میں، زمین کے اوپر رہنے والوں کی زمین پر، زمین کے اندر رہنے والوں کی زمین کے اندر، آسمانوں پر رہنے والوں کی آسمانوں میں ہر وقت ہر گھڑی دیکھ بھال اور پرورش کرتا ہے، اس لئے وہی اکیلا رب ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا رب نہیں، بعض مشرکین کا یہ گمراہ خیال ہے کہ جس طرح دنیا میں ایک کمپنی آسٹریلیا، جرمنی، سوئزرلینڈ یا جاپان کی گھڑیاں، موٹر کاریں اور دوسری مشینیں بنا کر مختلف ملکوں میں فروخت کرتی ہیں، مشینیں دوسرے ملکوں میں فروخت ہونے کے بعد اصل کمپنی سے کوئی تعلق اور واسطہ باقی نہیں رہتا، وہ مشین کمپنی کی مدد کے بغیر اپنا کام کرتی رہتی ہیں، بالکل اسی طرح کائنات کا مالک کائنات کی چیزیں بنانے کے بعد وہ دنیا کے مختلف حصوں میں مالک کی مدد کے بغیر اپنا کام کر رہی ہیں، ان کا ان کے مالک سے کوئی تعلق اور واسطہ باقی نہیں ہے، خدا کائنات کی چیزیں بنا کر الگ ہو گیا ہے، یہ بات گمراہ کرنے والی ہے۔

انسان کی بنائی ہوئی چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں میں کوئی مناسبت ہی نہیں، سب سے پہلی بات تو یہ یاد رکھو کہ انسان اگر کوئی چیز بناتا ہے تو بعض چیزیں خود اس کے لئے خطرہ بن جاتی ہیں، جیسے بم، بندوق وغیرہ، اللہ تعالیٰ جتنی چیزیں بناتا ہے تو وہ نہ اللہ تعالیٰ کا نقصان کر سکتی ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور کنٹرول سے باہر ہو سکتی ہیں، جب انسان کی کوئی کمپنی موٹر یا گھڑی بناتی ہے تو بیشک دوسرے ملکوں میں فروخت کر دی جاتی ہیں، مگر ذرا سوچو ایک گھڑی کیا انسان کی نگرانی اور حفاظت کے بغیر اپنا کام کر سکتی ہے؟ اس کو بار بار کنجی دینا یا بیاٹری ختم ہو جائے تو بیاٹری ڈالنا پڑتا ہے، گھڑی کبھی تیز یا سست بھی چلتی ہے، کبھی رک بھی جاتی ہے، اسی طرح موٹر کاریں بنتی تو کہیں

مگر کسی ڈرائیور کے بغیر نہیں چلتیں، پٹرول نہ ہو یا پہیوں میں ہوا نہ ہو یا پرزے پُرانے ہوجائیں یا چلانے والا غلط چلائے تو ایکسیڈنٹ کا شکار ہوجاتی ہے یا پھر دس پندرہ سالوں میں اسکراپ میں ڈال دینا پڑتا ہے، اس کے برعکس ذرا غور کیجئے کائنات کی تمام چیزوں میں ایسی کوئی خرابی اور نقص نہیں، سورج ہزاروں سالوں سے سُلگ رہا ہے اس کی روشنی میں کوئی کمی نہیں، چلتے چلتے کبھی نہیں رُکتا، نہ اس کو ایندھن کی ضرورت ہے نہ گرمی کی، پانی کبھی کھارا بن کر یا میلا بن کر نہیں برستا، ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ پانی کے ساتھ کیچڑ بھی برستا ہو، جانوروں کے تھنوں میں دودھ کی جگہ گوبر، خون اور پانی نہیں آتا، دن کبھی ۱۲ر گھنٹوں کے بجائے ۲۴ر گھنٹوں کا نہیں ہوتا، انسانوں یا جانوروں کی پیدائش اور ان کے اعضاء بننے میں کبھی غلطی نہیں ہورہی ہے کہ کہیں کان کی جگہ آنکھ، منہ کی جگہ ناک نہیں بنتی، اگر ان تمام چیزوں کا تعلق مسلسل خدا سے نہیں ہے تو آخر کون ہے جو انسان کو موت کے وقت سانس لینے سے دل کو دھڑکنے سے جسم کو حرکت کرنے سے روک دیتا ہے؟ کون ہے جو کسی کو اولاد دیتا یا نہیں دیتا؟ کون ہے جو کسی کو صحت دیتا یا بیمار کرتا ہے؟ کون ہے جو حکومتوں کو منٹوں میں تبدیل کردیتا ہے؟ کون ہے جو کسی جانور کو انسانوں سے قریب رکھتا ہے اور کسی کو دور رکھتا ہے؟ کون ہے جو ایک ہی دوا سے کسی کو اچھا کرتا اور کسی کو موت دیتا ہے؟ یہ سب خدا سے مسلسل تعلق اور واسطہ رہنے ہی کی وجہ سے ہورہا ہے، دنیا کی کوئی چیز موٹر اور مشینوں کی طرح تکلیف نہیں دیتیں، اگر ستانے والی ہوتی تو دنیا کی زندگی مخلوقات کے لئے جہنم بن جاتی تھی، ہر چیز اپنے اپنے اصول اور ضابطے کے ساتھ محض اس لئے چل رہی ہے کہ ہر آن ہر گھڑی وہ اللہ تعالیٰ کی پرورش میں ہے اور کائنات کے ذرہ ذرہ سے اللہ تعالیٰ کی مسلسل قدرت ہی قدرت نظر آتی ہے، ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی ہر لمحہ ہر گھڑی تخلیق ہی تخلیق، اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ہی ربوبیت اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اللہ تعالیٰ کی مصوری ہی مصوری، اللہ تعالیٰ کی رحمت، اللہ تعالیٰ کی حکمت ہی حکمت نظر آتی ہے، سوائے انسان اور جن کے کائنات کی تمام چیزوں میں ڈسپلین، ڈھنگ، اصول اور ضابطہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی پرورش میں

مسلسل اپنا کام کیئے جا رہی ہیں، اس کے برعکس انسانی کمپنی کوئی موٹر یا موٹر سائیکل یا مشین بناتی ہے تو اس کو ہزاروں مرتبہ ریپیرنگ اور دیکھ بھال کرنے ہزاروں لیٹر پٹرول ، آئیل، پرزوں کی تبدیلی، سب کچھ کرتے رہنا پڑتا ہے، پھر وہ جیسے جیسے پُرانی ہوتی جاتی ہیں تو ان کی رفتار اور کام کرنے کی قوت میں کمی ہونا شروع ہوجاتی ہے اور بار بار صاف صفائی کرنی پڑتی ہے۔

اس کو مزید اچھی طرح سمجھنے کیلئے ہماری کتاب ''ہم کیسے سمجھیں کہ اللہ ہے'' دیکھئے۔

انسان ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اس کے پاس نہ کوئی ہنر ہوتا ہے، نہ نوکری، نہ دکان اور نہ دنیوی ڈگریاں، اللہ تعالیٰ وہاں نو مہینے تک اس کی ساری ضرورتیں پوری کرتا ہے، مگر وہی انسان جب دنیا میں آتا ہے تو ہنر، نوکری، دُکان اور روپیہ پیسہ، ہاتھ، پیر رکھ کر پھر بھی اپنے پلنے کے تعلق سے پریشان ہی پریشان رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت الملک اور الحاکم میں غور وفکر کا طریقہ

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ ہی کائنات کا حقیقی بادشاہ اور شہنشاہ ہے، الملک کہنے سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ وہ کائنات کے کسی مخصوص حصہ اور خطّہ کا بادشاہ نہیں بلکہ پوری کائنات کا شہنشاہ ہے، وہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے، ہر چیز اور ہر ذرّہ پر اسی کی بادشاہت ہے، اسی لئے قرآن مجید میں کہیں کہا گیا: لہٗ ملک السمٰوات و الارض ۔ (زمین اور آسمان کی بادشاہت اسی کیلئے ہے) اور کہیں کہا گیا: للہ ملک السمٰوات والارض ۔ (اللہ ہی کیلئے زمین اور آسمان کی بادشاہت ہے) ساری کائنات کے ذرہ ذرہ کا مالک بھی وہی ہے، ہر چیز پر اسی کی حکمرانی اور اقتدار اور گرفت ہے، زمین کے جن حصوں پر انسانوں کو جو بادشاہت یا حکومت ملتی ہے وہ حقیقی بادشاہت نہیں کہلاتی اور نہ ان کو صحیح معنی میں بادشاہت کہا جا سکتا ہے، اسلئے کہ وہ عارضی ہوتی ہے، کسی کے عطا کرنے سے ملتی ہے، جب لوگ تائید نہ کریں تو حکومت بدل جاتی ہے، غرض یہ کہ انسانوں کو جو بھی حکومت ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطائی ہوتی ہے، انسانی بادشاہ کا یہ حال ہوتا ہے کہ اس کو

خاندان و قبیلے کے لوگ مل کر نامزد کرتے اور اگر کوئی بغاوت کر دے تو وہ بھی بادشاہت سے محروم ہو جاتا ہے، انسانی بادشاہ ہمیشہ مددگاروں سے حکومت چلاتا ہے اور اپنے سے بڑی حکومتوں سے ڈر اور خوف رکھتا ہے، ان کا تابع بن کر رہتا ہے، کبھی کوئی دوسرا طاقتور اس کی حکومت کو چھین بھی لیتا ہے، انسانی بادشاہ کو ہمیشہ اپنی جان کا اور کرسی کا خطرہ لگا رہتا ہے، وہ اپنی حفاظت کیلئے سپاہیوں کو رکھتا ہے مگر پھر بھی چین وسکون سے سو نہیں سکتا، وہ ہمیشہ اپنی رعایا سے دور الگ جگہ پر حفاظت میں ہوتا ہے، پھر اس کی حکومت اتنی کمزور ہوتی ہے کہ اپنے ہی ملک کی ہر چیز پر حکومت نہیں کر سکتا، وہ بادشاہ تو ضرور ہوتا ہے مگر بہت سے انسان اس کے خلاف رہتے اور اس کے دشمنوں سے ساز باز رکھتے ہیں، یہاں تک کہ خود اس کی فوج اور حفاظت کرنے والے باغی ہوتے اور کبھی اس کو قتل بھی کر ڈالتے ہیں، وہ نہ سورج پر، نہ ہواؤں پر، نہ پانی پر اور نہ درختوں پر اور نہ جانوروں پر اور نہ زمین و آسمان پر قطعی حکومت رکھ سکتا ہے، زمین اگر ہلنے لگے تو وہ بھی زمین کے اندر دب سکتا ہے، ہوائیں تیز ہو جائیں تو اس کو بھی اُڑا کر لے جاسکتی ہیں، وہ اپنی رعایا کی ہر ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا، وہ بغیر مددگاروں کے رعایا تک نہ پہنچ سکتا ہے اور نہ ان کی فریاد سن سکتا ہے، اس لئے انسانوں کی حکومت کو حقیقی بادشاہت نہیں کہیں گے، حقیقی بادشاہ وشہنشاہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو کہا جائے گا جس کو کسی نے نہ حکومت پر بٹھایا اور نہ کوئی اُسے حکومت سے اتار سکتا ہے اور نہ اس کی حکومت پر کوئی قبضہ کر سکتا ہے اور نہ اس کو اپنی حکومت بچانے کیلئے فوج اور پولیس چاہئے، نہ کسی مددگار کی اُسے ضرورت ہے، وہ سورج، چاند، زمین، ہوا، پانی، درختوں، جانوروں، فرشتوں غرض کائنات کے ذرّہ ذرّہ پر ہر طرح سے تصرف کا اختیار رکھتا ہے اور ہر ہر مخلوق کی ہر ہر ضرورت کو ہر وقت پوری کرتا ہے، اس کے پاس کوئی کام کرنے کیلئے نہ کوئی محتاجی ہے اور نہ مجبوری اور نہ اس میں کوئی عیب ہے، وہ ہمیشہ سے اکیلا کائنات کا بادشاہ ہے اور ہمیشہ بادشاہ وشہنشاہ ہی رہے گا، وہ جب چاہے زمین پر جس کو چاہے حکومتیں دیتا ہے اور جب چاہے حکومت تبدیل کر دیتا ہے۔

پیارے بچو! اس شہنشاہِ کائنات کی حاکمیت کا یہ حال ہے کہ سوائے جن اور

انسانوں کے ہر مخلوق اسی کے حکم سے اپنی ذمہ داری ادا کرتی ہے، وہ کسی دوسرے کا حکم نہیں سنتی، خود انسان کا جسم اور جسمانی اعضاء پر بھی اللہ تعالیٰ ہی کی حکومت ہے، اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے وہ انسانوں کی غلامی ایک خاص مدت تک کرتے ہیں اور مدت ختم ہونے کے بعد اطاعت نہیں کرتے۔

بظاہر دنیا میں انسانوں کی بڑی بڑی حکومتیں نظر آتی ہیں اور وہ بڑے بڑے ایٹم بم، ہائیڈ روجن بم اور ٹینک اور جہاز اور نئے نئے ہتھیار بنا کر اپنے آپ کو طاقت وقوت والا بتلاتے ہیں، مگر ذرا غور کیجئے کہ اگر کسی حکومت میں قحط پڑ جائے تو وہاں کی حکومت کا بادلوں پر کچھ بھی زور نہیں چلتا کہ وہ حکومت کے حکم پر برس جائیں، بادلوں پر تو صرف اللہ تعالیٰ کا حکم چلتا ہے، اگر کسی ملک میں سورج تیز ہو جائے اور گرمی زیادہ پھینکے تو وہاں کا بادشاہ اور صدر سورج کو حکم نہیں دے سکتا کہ وہ گرمی کم کر دے، سورج، چاند اور ستاروں پر صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حکم چلتا ہے، اگر کسی ملک میں درخت، پودے اور جھاڑ اپنی پیداوار نہ دیں تو ان پر کسی بادشاہ اور صدر کا حکم نہیں چلتا، وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے پیداوار دیتے ہیں، اگر کوئی جانور انڈے، دودھ نہ دے تو کوئی بادشاہ اور صدر ان سے انڈے اور دودھ نہیں نکال سکتا، ان پر صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حکم چلتا ہے، اگر زمین ہلنے لگے تو دنیا کا کوئی بادشاہ اور صدر اس کو ہلنے سے نہیں روک سکتے اس پر صرف اللہ تعالیٰ کا حکم چلتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہلتی ہے، اگر کسی ملک میں ہوائیں تیز ہو جائیں تو ہواؤں پر کوئی انسانی بادشاہ حکومت نہیں کر سکتا، وہ صرف اللہ کے حکم سے تیز اور آہستہ چلتی ہیں، اگر کسی ملک میں آندھی طوفان کے ذریعہ پانی گھس کر آ جائے تو کسی بادشاہ اور صدر کا حکم پانی پر نہیں چلتا، پانی پر تو صرف اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے، اتنا ہی نہیں اگر کسی ملک میں مچھر زیادہ ہو جائیں اور انسانوں کو خطرناک جراثیم چھوڑ کر بیماریوں میں مبتلا کر دیں تو انسانوں کی حکومت کا زور مچھروں پر تک نہیں چلتا، مچھر پر بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی حکومت ہے، وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا حکم نہیں سنتے۔

اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات میں صرف زمین کے کچھ حصوں کو انسانوں اور جنات

کے اختیار میں دیا ہے تا کہ وہ خلیفہ بن کر اللہ تعالیٰ کے احکام وقوانین زمین پر اور اپنے اوپر جاری کریں، پوری کائنات میں زمین ہی کا ایک ایسا حصہ ہے جہاں کسی حد تک انسان کی کچھ مرضی اور حکومت چلتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی انسانی حکومتوں کو تبدیل کر دیتا ہے، دنیا میں آج تک کوئی انسان کوئی قوم، کوئی حکومت، کوئی پارٹی، ہمیشہ ہمیشہ سے حاکم نہیں ہے، بس پانچ دس سالوں کے بعد اللہ تعالیٰ زوال دے کر اس حکومت کو تبدیل کر دیتا ہے اور ہوتا یہ ہے کہ کل تک انسانی حکومت میں جو بادشاہ یا صدر تھا وہ حکومت چلے جانے کے بعد معمولی انسان کی حیثیت سے عام لوگوں کی طرح زندگی گذارتا ہے، الٹا وہ صدر اور بادشاہ بننے کی وجہ سے بہت سارے اس کے دشمن بن جاتے ہیں اور جان کے پیاسے رہتے ہیں، تو وہ انسانوں سے چھپ چھپ کر رہتا اور اپنے اطراف سکیوریٹی رکھتا ہے، دنیا کے صدر اور بادشاہ کی محتاجی اور مجبوری کا یہ عالم ہوتا ہے، اس لئے کہنا پڑے گا کہ انسان کی حقیقی حکومت تو زمین پر بھی نہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور حکمرانی اتنی کمزور اور مجبور نہیں، وہ ہمیشہ سے نہ صرف زمین بلکہ پوری کائنات کا اکیلا اور واحد حاکم تھا، حاکم ہے اور حاکم ہی رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کی صفت ہادی میں غور وفکر کا طریقہ

کائنات کی ہر چیز کو ہدایت ورہنمائی کرنے والے اکیلے اللہ تعالیٰ ہیں، وہ جانوروں، درختوں، ہوا، پانی، آسمان، زمین، سورج، چاند، پہاڑ، سمندر، کیڑے مکوڑے، تمام پرندے تمام چوپائے وغیرہ ہر ایک کو ان کی زندگی گذارنے کی ہدایت اکیلے دیتے ہیں، ان تمام چیزوں کو وہ پیدائشی طور پر ہدایت ورہنمائی ان کے اندر رکھ کر پیدا کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ باہر سے رہنمائی حاصل نہیں کرتے، انسانوں اور جنوں کو باہر سے کتاب اور پیغمبروں کے ذریعہ ہدایت حاصل کرنے کا طریقہ رکھا ہے۔

مرغی کے بچے پر غور کیجئے، مرغی کا بچہ جب انڈے سے باہر نکلتا ہے تو اسے یہ بات کس نے بتلائی کہ اس کی پیاس بجھانے کے لئے پیالے میں پانی ہے اور وہ بغیر کسی

بیرونی تربیت ورہنمائی کے چونچ میں پانی لیکر سرکو اوپر اٹھا اٹھا کر پیتا ہے، بار بار یہ عمل کرتا رہتا ہے تا کہ پانی پیٹ میں چلا جائے، اس کے برعکس کبوتر پانی میں چونچ ڈبو کر پانی پیتا ہے، دونوں کو الگ الگ پانی پینے کا طریقہ کس نے سکھایا؟ یہ تعلیم دراصل ان کے پیدا کرنے والے نے انہیں دے رکھی ہے، پھران کی حفاظت کا یہ انتظام کہ ابھی پیدا ہوئے ان کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ بلی، چیل، کوا آئے تو فوراً ماں کے پروں میں گھس جانا چاہئے؟ اور اللہ انہیں ماں کے ذریعہ دانہ چگنا اور مٹی کھودنا اور مٹی سے اپنے جسم کو صاف کرنا سکھاتا ہے، یہ سب باتیں ان کے پیدا کرنے والے کی طرف سے ہوتی ہیں، تمام جانور بغیر کسی بیرونی تربیت کے کھانے پینے، گھونسلہ بنانے، بچاؤ کرنے، بچے پیدا کرنے کے طریقے بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔

سرد علاقوں میں جب سردی کی وجہ سے پانی برف بن جاتا ہے اور زمین برف سے ڈھک جاتی ہے اور غذا کا ملنا مشکل ہو جاتا ہے تو وہاں رہنے والے پرندے اپنے مقام سے ہجرت کرتے ہیں، یہ کبھی پہاڑوں کی چوٹیوں سے نیچے وادیوں میں آتے ہیں یا پھر کئی کئی ہزار میل دور دوسرے ممالک چلے جاتے ہیں اور بعض پرندے تو باقاعدہ سردی کا موسم ایک ملک میں گذارتے ہیں اور پھر وہاں گرما شروع ہوتے ہی دوسرے ملک میں نقل مقام کرتے ہیں، یہ سال میں دو مرتبہ ہجرت کرتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ سترہ ہزار کیلومیٹر تک اڑتے ہیں، اڑنے سے پہلے یہ اپنے وزن کو تین چوتھائی بڑھا لیتے ہیں جس سے اڑنے کے دوران ان کے جسم کی چربی غذا کا کام دیتی ہے، وہ جس مقام پر رہتے ہیں وہاں ان کو اس بات کا پتہ چل جاتا ہے کہ دنیا کے کس حصہ میں خوب بارش ہوئی اور وہاں مچھلی، مینڈک پیدا ہوئے یا نہیں اور وہ وہاں جانے کے لئے قریب سے قریب کم فاصلہ کو اختیار کرتے ہیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ربوبیت و پرورش کے انتظامات ہیں جس کی ان کو ہدایت کا انتظام اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے، وہ انسانوں کی طرح نہ عقل رکھتے، نہ کسی اسکول میں تعلیم حاصل کرتے اور نہ کتابیں پڑھتے ہیں، ان کا رب ان کو اپنی زندگی گذارنے کے تمام طریقے سکھا کر دنیا میں بھیجتا ہے جس کی

وجہ سے وہ دنیا میں زندگی گذارنے کے طریقے جانتے ہیں، بعض پرندے برفانی اور سمندری علاقوں میں انڈے دے کر چلے جاتے ہیں، جب بچے نکلتے ہیں تو انہیں کی نسل کے بڑے بڑے پرندے آکر ان بچوں کو اٹھا کر اپنے گھونسلوں میں لے جاتے اور پرورش کرتے ہیں، پرندوں کی اس دنیا میں غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا دماغ تو چھوٹا سا ہوتا ہے لیکن ان کا پروردگار ان کو زندگی کی ساری ہدایتیں دے کر پیدا کرتا ہے، انسان پرندوں کی زندگی پر غور کریگا تو اس کو اللہ تعالیٰ کی حکمتِ ربوبیت سمجھ میں آئے گی۔

مکڑی پر غور وفکر کرو، بعض مکڑیاں بہت زیادہ زہریلی ہوتی ہیں، بعض رنگین بھی ہوتی ہیں، مکڑی کی بناوٹ پر غور کیجئے، مکڑی کے بچے پیدائش کے وقت چھوٹے چھوٹے کیڑوں کی مانند ہوتے ہیں، تین دن کی مدت میں بڑھ کر مکڑی کی صورت اختیار کرلیتے ہیں، اللہ تعالیٰ مکڑی کو چھوٹی چھوٹی باریک ٹانگیں اور بڑی بڑی چمکدار آنکھیں دیتا ہے، اس کو آٹھ پیر اور چھ آنکھیں ہوتی ہیں، اگر یہ خود بخود پیدا ہوتی تو دوسرے کیڑوں کی طرح دو پیر یا چار پیر اور دو آنکھیں ہی ہونی چاہئے تھیں، پیدا ہونے کے تیسرے دن سے مکڑی جالا بننا شروع کردیتی ہے، آخر اس کو جالا بننا کس نے سکھایا؟ جالا بننے میں یہ بہت ہی حکمت سے کام لیتی ہے، پہلے تار کو لمبا کرلیتی ہے اور پھر جالا تانتی ہے، جالا بیچ سے بننا شروع کرتی ہے، جب شکار پھنس جاتا ہے تو جلدی سے آکر اس کو جالے میں خوب جکڑ دیتی ہے اور جب وہ بے بس ہوجاتا ہے تو اس کو پکڑ لیتی ہے اور شکار رکھنے کے خانے میں لیجا کر خون چوستی ہے، اگر شکار کے اچھلنے کودنے سے جالے کا کوئی تار ٹوٹ جاتا ہے تو اس کو پھر درست کردیتی ہے یعنی تار جوڑ دیتی ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ربوبیت اور ہدایت کے طریقے ہیں جو ہر مخلوق کو وہ تربیت دیتا ہے، مکڑی کا مادہ (لعاب) جس سے وہ جالا بنتی ہے اس کے پیٹ سے نہیں نکلتا بلکہ اس کی جلد کے خارجی حصہ سے نکلتا ہے۔

چونٹیوں کے دماغ کی صلاحیت پر غور کیجئے، وہ اپنی بل میں گیہوں، دھان اور دھنیہ جمع کرلیتی ہیں، منہ سے وزنی چیز اٹھا کر لیجاتی ہے، گرمیوں کے موسم میں غذا جمع کرتی اور

سردیوں میں آرام سے بیٹھ کر کھاتی ہے وہ دانہ میں سوراخ کر دیتی ہے یا اس کو دوٹکڑوں میں پھوڑ دیتی ہے، اس کو یہ بات کیسے معلوم کہ گیلی زمین میں اور برسات کے موسم میں اناج اُگ جاتا ہے، اس لئے اس کو جمع کرتے وقت ہی ہر دانہ کے دوٹکڑے یا سوراخ کر دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت حکمت پر غور وفکر کا طریقہ

اللہ تعالیٰ ہر کام بہت ہی حکمت، دانائی اور منصوبہ کے ساتھ کرتا ہے، کوئی کام بیکار اور عبث نہیں کرتا، جب اس نے انسان کو عقل وفہم دیا ہے اور انسانوں میں عقلمند اور سمجھدار انسان اپنے تمام کاموں کو بہت ہی حکمت اور دانائی سے کرتے ہیں تو ذرا غور کرو اللہ تعالیٰ تو سب کا خالق ہے، وہ انسانوں اور تمام جانداروں کی عقلوں کا بھی خالق ہے، وہ اپنا ہر کام کتنی دانائی، حکمت اور مصلحت سے کرتا ہوگا؟ اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

حکیم اس ذات کو کہتے ہیں جو ہر ہر شئی کی ابتداء سے انتہاء تک کے رموز واسرار اور باریکیوں سے واقف ہو، وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، آج دنیا میں انسان ریسرچ کرکے بہت ساری چیزوں کے رموز واسرار جاننے کی کوشش کر رہا ہے، مگر وہ چیزوں کے مالک، خالق اور رب ہی سے واقفیت حاصل نہیں کر رہا ہے، اس لئے وہ چیزوں کی حقیقت کو جاننے کے باوجود ایمان سے محروم بنا ہوا ہے، صرف چیزوں کے استعمال اور ان کی حفاظت اور ان کی بناوٹ ہی کی حد تک معلومات حاصل کر رہا ہے، ورنہ اگر انسان چیزوں کے ساتھ ساتھ ان کے بنانے اور پیدا کرنے والے کے بارے میں جانے گا تو اُسے معلوم ہوگا کہ کائنات کا خالق نہ صرف تخلیق کرتا ہے بلکہ وہ زبردست حکیم اور دانا بھی ہے جس نے کائنات کی ہر ہر چیز کو بیکار نہیں بنایا بلکہ ان میں بے انتہاء حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ رکھی ہیں اور ان کو اپنی مخلوقات کے فائدہ اور پرورش کا ذریعہ بنایا پھر وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی حکیم نہیں مانے گا، اس صفت کو جتنا زیادہ سمجھیں گے انسان میں مختلف حالات پر صبر کا مادہ خوب پیدا ہوگا، اب ذرا کائنات کی مختلف چیزوں پر غور وفکر کرکے اللہ تعالیٰ کی حکمت کو سمجھنے کا طریقہ سمجھو اور جب آپ چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو سمجھو گے تو پکار اٹھو گے کہ ''رَبَّـنَا

مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً ۔ اے ہمارے رب! آپ نے کوئی چیز بیکار نہیں بنائی‘‘۔

ذرا غور کرو انسانوں کی ناک میں اللہ تعالیٰ بال پیدا کرتا ہے، آخر ناک کے اندر بال پیدا کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ اس پر ہمیں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ وہ ناک میں بال پیدا کر کے ہوا کے جراثیم اور گرد وغبار کو سانس کے ذریعہ اندر جانے سے روکنے کا انتظام کیا ہے، ورنہ انسان کے پھیپڑے ہوا کے جراثیم اور گرد وغبار سے بھر جاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے پرندوں کو اڑنے کے قابل بنایا، یقینی بات ہے کہ جب کوئی چیز ہوا میں اُڑے تو اس کا وزن کم ہو اور ہلکا ہو، اس نے اپنی حکمت سے پرندوں کی ہڈیاں ہلکی رکھی جن میں گودے کی جگہ ہوا بھری ہوئی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ہڈیوں پر گوشت بہت کم چڑھاتا ہے، صرف سینہ کی ہڈیاں زیادہ ہوتی ہیں جس سے اڑنے میں ان کو آسانی ہوتی ہے، اس کے برعکس دوسرے تمام جانداروں کی ہڈیوں میں گودا بھرا ہوتا ہے۔

تمام جانداروں کا بول وبراز جو کہ ایک بیکار چیز نظر آتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی حکمت سے زمین اور پودوں کیلئے زبردست غذا بنادی، اس سے زمین اور پودے طاقتور بنتے ہیں، بظاہر فضلہ تو ناکارہ مادّہ نظر آتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اس کو کارآمد بنادیا۔

لوہے پر غور کرو! بظاہر لوہا، سخت اور ٹھوس چیز نظر آتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اُسے نرم ہونے کے قابل بنادیا اور انسان اس کے ذریعہ لوہے کی صنعت قائم کر کے اُس کو اپنے مختلف کاموں میں استعمال کرتا ہے، جس کی وجہ سے آج انسان، ریل گاڑیاں، مکانات دروازے کھڑکیاں، بڑے بڑے کامپلکس، بڑے بڑے برتج، بڑے بڑے ڈیم، موٹر گاڑیاں، سائیکل موٹریں، میز کُرسی اور فرنیچر وغیرہ وغیرہ غرض ہر چیز میں انسان لوہے کا استعمال کر کے اپنا روزگار کما کر زندگی آسانی سے گذار رہا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ سورج، چاند، ستاروں میں گردش کا نظام نہ رکھتا تو زمین کا ایک حصہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سورج کے سامنے رہتا اور ایک حصہ ہر وقت چھپا ہوا رہتا، اس سے دن اور رات کا نظام نہ بنتا اور نہ موسم آتے، اگر زمین کے ایک حصہ پر ہمیشہ دن ہی دن ہوتا تو

وہاں گرمی کی شدت اور روشنی کی برقراری کی وجہ سے اس حصہ کو پانی سے محرومی ہوتی اور نباتات نہ اُگتے، اُسی طرح اگر دوسرا حصہ ہمیشہ ہمیشہ اندھیرے میں ہوتا تو وہاں سردی، اندھیرا ہی اندھیرا ہو کر برف کے بڑے بڑے پہاڑ جم جاتے، جس سے دونوں حصوں میں انسانوں، نباتات اور دوسرے جانداروں کے لئے زندگی مشکل ہو جاتی اور اس طرح زمین مختلف مخلوقات کے رہنے کی جگہ نہ ہوتی، اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ایک گردشی نظام بنا کر رات اور دن بنایا جس کی وجہ سے زمین کا ایک حصہ مسلسل سورج کے سامنے آتا رہتا ہے اور پھر دن غائب ہو کر رات آتی ہے اور دوسرا حصہ جگہ لیتا ہے، اس کے ذریعہ زمین پر موسموں کا انتظام کیا جس کی وجہ سے خاص طور پر جانداروں کی زندگی آسان ہوگئی، پھر زمین میں مختلف معدنیات اور مختلف قسم کے کیمیائی اجزاء بھی اپنی حکمت سے پھیلا رکھے ہیں جو انسانوں نباتات اور جانوروں کی مختلف ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں، اگر یہ نہ ہوتے تو زمین جانداروں کی آبادی کی قابل نہ رہتی، اللہ تعالیٰ جانداروں کی زندگی کے لئے اپنی حکمت سے سورج، چاند، ستارے، ہوا، پانی، نباتات، حیوانات، زمین، پہاڑ، دریاؤں کا آپس میں ربط و تعلق پیدا کر دیا جس کی وجہ سے تمام کائنات کا نظام ایک ڈسپلن سے چل رہا ہے، اگر پہاڑ نہ ہوتے تو زمین ہمیشہ ہلتی رہتی اور اس پر زلزلے آتے رہتے اور زندگی مشکل ہو جاتی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے زمین کو آسمان کی طرح مسطح نہیں بنایا، اس کے خطّے الگ الگ کر دئے، کہیں وادیاں، کہیں میدان اور کہیں گھاٹیاں بنادی، کہیں ریتیلی اور کہیں کالی، کہیں لال اور کہیں بھوری رکھا، جس کی وجہ سے تمام جاندار اپنے اپنے مقامات کو آسانی سے پہچان لیتے ہیں، اگر زمین ایسی نہ ہوتی تو کوئی جاندار اپنے مقام تک پہنچ نہیں سکتا تھا، دن رات اپنے گھونسلہ اور مکان کو ڈھونڈتے ہی رہتا تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے زمین پر بڑے بڑے دریاؤں اور ندیوں کو جاری کیا ہے، اور دریاؤں اور ندیوں کی روانی کے لئے زمین میں راستے پیدا کر دئے، آج تک کوئی انسانی حکومت کسی علاقہ میں دریا اور ندیوں کے لئے نہ راستے بنائے اور نہ بنا سکتے ہیں اور نہ یہ ان کے بس کی بات ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے زمین پر پانی کا شاندار انتظام کیا، اگر زمین پر پانی کا انتظام نہ ہوتا تو انسان اپنی آبادی نہیں بسا سکتا تھا، پھر پانی کے اندر وہ تمام اوصاف وصلاحیتیں رکھ دیں جو تمام جانداروں اور نباتات کے لئے ضروری تھیں، اگر اس نے پانی کو بے رنگ بنایا ہے تو اس میں حکمت ہی حکمت بھری ہوئی ہے، اس کے بے رنگ ہونے کی وجہ سے انسان ہزاروں کام اس سے کر رہا ہے، ہوا کو بے رنگ بنا کر اور لطیف اور ہلکی بنا کر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے جانداروں کی زندگی کو آسان کر دیا۔

وہ اپنی حکمت سے جانداروں کے بدن کے اعضاء کو مختلف انداز کا بنایا جس کی وجہ سے ان کو زندگی گذارنا اور اپنی ذمہ داریاں پوری کرنا آسان ہوگیا، اس نے اپنی حکمت سے درختوں اور پودوں کو مختلف اقسام اور قد وقامت کا بنایا، پھولوں، پھلوں کو مختلف رنگوں، شکلوں اور مزوں کا بنا کر ان میں اپنی حکمت بھر دی، اس نے اپنی حکمت سے مختلف جانوروں کو مختلف کاموں کے لئے بنایا، وہ اگر کسی کو غریب رکھتا ہے یا کسی کو دولت دیتا ہے تو اس میں بھی اس کی حکمت ہے، وہ کسی کو صحت مند رکھتا ہے یا کسی کو بیمار رکھتا ہے تو اس میں بھی حکمت ہے، وہ دنیا کو انسانوں اور جنّوں کے امتحان کی جگہ بنایا تو اس میں بھی حکمت ہے، وہ اگر کسی چیز کو حرام کیا ہے اور کسی چیز کو حلال کیا ہے تو اس میں بھی حکمت ہے، اس نے وحی کے ذریعہ جو احکام دئے اور زندگی کے طریقے بتلائے وہ سراسر حکمت پر مبنی ہیں، اس نے نیکی اور بدی کا جو طریقہ رکھا ہے اس میں بھی حکمت ہے، وہ قیامت قائم کر کے حساب لیتا ہے تو اس میں بھی حکمت ہی حکمت ہے، ہم اللہ تعالیٰ کی نہ حکمتوں کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ یہاں تفصیل بیان کر سکتے ہیں، اگر انسان کائنات میں غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور مصلحتوں پر غور کرے گا تو پکار اٹھے گا کہ یہ کائنات کئی خداؤں کے منصوبے اور پلان پر نہیں بلکہ ایک ہی خدائے واحد کے منصوبے اور انتظام سے چل رہی ہے اور وہ کائنات کو پوری حکمت ومصلحت کے ساتھ چلا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی اکیلا مالکِ کائنات ہے

پیارے بچو! جو ذات کسی چیز کو بناتی اور پیدا کرتی ہے اور خود ہی اس کی پرورش اور دیکھ بھال کرتی ہے اور ہر طرح سے قدرت رکھتی ہے وہی ذات اس چیز کی مالک

ہوگی ، اس لحاظ سے کائنات کی تمام چیزوں کا خالق ، رب ، حاکم وقادر صرف اکیلا اللہ تعالیٰ ہے، اس لئے وہی اکیلا کائنات کا مالک ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا مالک نہیں ، ذرا غور کرو انسان زمین پر بستا ہے اور زمین کے مختلف حصوں کا مالک ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ شروع دنیا سے آج تک کوئی انسان بھی زمین کے کسی حصہ کا مستقل مالک نہیں رہا، آج تک دنیا کی کوئی حکومت کوئی انسان، سورج، چاند، ستاروں ہواؤں، آسمانوں کے مالک ہونے کا نہ کبھی دعویٰ کیا اور نہ کرسکتا ہے یہاں تک کہ انسان اگر خود اپنے ہاتھ، پیر، آنکھ، کان، ناک، زبان کے مالک ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ بھی جھوٹا دعویٰ ہوگا اس لئے کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ یہ تمام اعضاء اس کے جسم پر ہوتے ہوئے ساتھ دینا چھوڑ دیتے ہیں، اس لئے حقیقی مالک تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور جو حقیقی مالک ہوگا، وہی معبود یعنی عبادت اور غلامی کے لائق ہوگا، اسی کا شکر بجالایا جائے گا، اس لئے اللہ تعالیٰ ہی حقیقت میں عبادت، غلامی اور شکر کے لائق ہے۔

اسلام اللہ تعالیٰ کی پہچان کیسے کرواتا ہے؟

اسلام اللہ تعالیٰ کی پہچان اس طرح کرواتا ہے کہ وہ پیدا نہیں ہوا' ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اس کو موت نہیں، وہ غذا نہیں کھاتا، اس کو جانداروں کی طرح سانس لینے کی ضرورت نہیں، وہ نیند تو دُور اونگھتا بھی نہیں، اس کو تھکان نہیں ہوتی ، وہ بیماری اور کمزوری سے پاک ہے، وہ بھول اور غلطیوں سے پاک ہے، اس کو کسی قسم کی مجبوری و محتاجی نہیں، اس کو مخلوقات کی طرح اہل وعیال اور جسمانی اعضاء نہیں، وہ جب کوئی چیز بنانا چاہے تو کہتا ہے ''کُنْ: ہوجا'' اور وہ بن جاتی ہے، وہ ہر قسم کے عیب، نقص وزوال سے پاک ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ اس کے کوئی اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی رشتہ دار ہے، اس کی قدرت عجیب وغریب ہے، وہ ایک وقت میں ایک ہی لمحہ میں تمام مخلوقات کی تخلیق کرسکتا ہے، تمام مخلوقات کی ضرورتوں کو بھی پورا کرتا ہے، ہر مخلوق کی ایک ہی وقت میں پکار سنتا اور مدد کرتا ہے، اس کو سننے کیلئے جانداروں کی طرح کان، بولنے کیلئے زبان

اور دیکھنے کیلئے آنکھوں کی ضرورت نہیں، اس کو اپنی کسی مخلوق کی زبان سمجھنے کیلئے نہ ان کی زبان اور بولی سیکھنا ہے اور نہ ان کو ہدایت اور راہ دِکھانے کیلئے کوئی اسکول، مدرسہ، کالج اور کتاب، لکھنے اور تعلیم دینا پڑتا ہے، وہ جس کو جس طرح چاہے ہدایت دے سکتا ہے، اس کو کسی مدد اور سہارے کی ضرورت ہی نہیں، وہ اندھیری رات میں کالے پتھر پر کالی چیونٹی کو چلتا ہوا دیکھتا ہے اور اس کی پکار سنتا ہے، اس کو دیکھنے اور سننے کے لئے کوئی پہاڑ، دیوار، جسم، دوری، نزدیکی، آڑ نہیں بنتی۔

دوسری قوموں اور مسلمانوں میں اللہ کو ماننے میں کیا فرق ہے؟

دوسری قومیں اللہ تعالیٰ کو کسی نہ کسی نام سے سب سے بڑا مانتی ہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی خدا یا خدا جیسا مانتی اور ان کو چھوٹے چھوٹے خدا سمجھتی ہیں، وہ خدا کے ساتھ بیوی، بیٹا، بیٹی، اوتار کا تصور رکھتی ہیں، وہ خدا کے پاس دیوی، دیوتاؤں کے واسطے اور وسیلے سے جانے کا تصور رکھتی ہیں۔

مسلمان اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا خالق، رب اور حاکم سمجھتا اور اُسی کو اکیلا پوری کائنات کا مالک مانتا ہے، اس کے علاوہ کسی کو بھی اس جیسا یا اس کے برابر نہیں سمجھتا، وہ اللہ تعالیٰ کو بیوی، بیٹا، بیٹی سے پاک مانتا ہے اور اس کو بغیر کسی واسطے اور وسیلے کے پکارتا اور اُسی سے مدد مانگتا ہے۔

دنیا میں ایمان اور غیر ایمان والوں کے اعمال الگ الگ ہوتے ہیں

دنیا میں اللہ تعالیٰ کو ماننے اور اسی کی غلامی کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کا رنگ چڑھتا ہے اور ان کے اعمال سے اللہ یاد آتا ہے، اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے یا اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی اللہ جیسا سمجھنے والوں پر شیطان کا رنگ چڑھتا ہے اور ان کے اعمال سے شیطانیت ظاہر ہوتی ہے اور شیطان یاد آتا ہے۔

اس فرق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ماننے والوں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک و کفر کرنے والوں کے اعمال میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے، دونوں کے خیالات، فکر و

عقیدہ علحدہ علحدہ ہوتے ہیں، ان کے اعمال سے کھلے طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ کون اللہ تعالیٰ کو صحیح ماننے والا ہے اور کون اللہ کو نہ ماننے والا ہے اور مشرک ہے۔

جس طرح خوشبو اور بدبو، اندھیرے اور اجالے میں، مردہ اور زندہ میں اور اندھے اور آنکھ والے میں فرق ہوتا ہے اور دونوں برابر نہیں ہوسکتے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کو صحیح ماننے اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں میں بھی فرق ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ماننے والا ہمیشہ اپنی گفتگو اور بول چال سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی، کبریائی، تعریف اور حمد اور اس کی پاکی بیان کرتا ہے اور ہمیشہ اس کی یاد اور شکر کے ساتھ زندگی گذارتا ہے، وہ جب بھی بات کرتا ہے تو جان بوجھ کر زبردستی، کسی نہ کسی طرح اللہ تعالیٰ کے احسانات، انعامات، اس کے فضل، اس کی عنایتوں کا تذکرہ کرتا ہے اور اس کی تعریف، حمد اور شکر کے ساتھ بات کرتا ہے، اس کو سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے اور وہ اپنے عمل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کرتا ہوا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی کرتا ہے۔

اس کے برعکس جو لوگ اللہ تعالیٰ سے واقف نہیں رہتے یا اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، وہ یا تو غفلت، بے شعوری اور اس کو بھول کر بات کرتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے بجائے بار بار غیر اللہ کا نام لے لے کر غیر اللہ کی تعریف اور غیر اللہ کی بڑائی کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے مخلوقات کو یاد کرتے ہیں اور مخلوقات ہی سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں، وہ خدا کی صحیح پہچان نہ رکھنے کی وجہ سے ہر چوکھٹ پر اپنا سر جھکاتے ہیں اور ہر ایک کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں، اس کے برعکس ایمان والے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے سامنے نہ اپنا سر جھکاتے ہیں اور نہ ہاتھ پھیلاتے ہیں اور وہ دنیا کی ہر چیز سے اللہ تعالیٰ ہی کی خاطر محبت کرتے ہیں۔

دنیا میں خدا کی پہچان نہ رکھنے والے آخرت میں اندھے ہونگے

دنیا میں جو انسان اللہ تعالیٰ کا انکار کرتا ہو یا صحیح پہچان نہ رکھتا ہو وہ آخرت میں خدا کے دیدار سے محروم رہے گا۔

ہم اپنی آنکھوں سے اتنا ہی دیکھ سکتے ہیں جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے دیکھنے کی طاقت عطا فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و مصلحت سے اتنی بصارت نہیں دی ہے کہ ہم اُسے دنیا میں دیکھ سکیں، کیونکہ اگر ہم اُسے دیکھ لیتے تو پھر بات بالکل الگ ہو جاتی، نہ پیغمبروں کی ضرورت تھی، نہ آخرت کی اور نہ امتحان کی، اس لئے کہ ہر شخص خدا کو دیکھ کر اسی کو خدا مانتا اس کے علاوہ کسی کو خدا نہیں مانتا اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا اور نہ اس کا انکار کرتا، سب کے سب موحِّد ہوتے، کوئی مشرک اور کافر نہ ہوتا۔

جو لوگ دنیا میں اللہ کو پہچاننے اور ماننے سے انکار کرتے ہیں گویا وہ دنیا میں آنکھیں رکھ کر بھی اندھے بنے ہوئے ہیں تو مرنے کے بعد بھی وہ اندھے ہی بنے رہیں گے، آخرت میں ان کو دیدار الٰہی نصیب نہ ہوگا، ہمیشہ ہمیشہ محروم رہیں گے۔

ایمان نہ رکھنے والوں کے اچھے اعمال بھی قبول نہ ہوں گے

انسانوں کے اچھے اعمال کی قبولیت کا دارومدار دراصل ایمان پر ہے، جو انسان صحیح ایمان رکھتے ہوئے نیک اعمال کرے گا اسی کے اعمال دربار الٰہی میں قبولیت کا درجہ پائیں گے اور ان پر اجر و ثواب ملے گا، مگر جو انسان ایمانِ صحیح نہیں رکھتے ان کے نیک اعمال رد کردئے جائیں گے قبولیت کا درجہ نہیں پاسکتے، اس لئے کہ ان اعمال کے کرتے وقت اللہ تعالیٰ پر صحیح ایمان کی روح اور جان نہیں اور ان کے صحیح ایمان نہ رکھنے کی وجہ سے ان کے اعمال کا رخ خالص اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتا، اس لئے انسان کو سب سے پہلے ایمان کو درست اور صحیح کرنا ہوگا، جو کام خالص اللہ تعالیٰ کے حکم اللہ تعالیٰ کی خاطر اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر کیا جائے گا وہی نیک عمل کہلائے گا اور وہی قبولیت کا درجہ پائے گا، اگر نماز نام و نمود اور دِکھاوے کے لئے پڑھی جائے گی تو وہ شرک بن جائے گی، اور ایمان اگر صحیح نہ ہو تو نماز روزہ، زکوۃ اور حج کے ضائع ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔

☆☆ اللہ ☆☆

کیا (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ غلطی بھی کرتا ہے اور گناہ بھی کرواتا ہے؟

بعض لوگ، بیوقوفی، نادانی اور کم علمی اور جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ سوال کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے تو کیا وہ نعوذ باللہ گناہ بھی کرواتا ہے؟ غلطی اور ناانصافی بھی کرسکتا ہے؟

پیارے بچو! یہ سوال ہی غلط ہے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسا سوال نہیں کرنا چاہئے، اس کو سمجھنے کیلئے اس تشریح کو سمجھو! صفات دو قسم کی ہوتی ہے، ایک صفات حسنہ یا صفات کمالیہ، دوسری صفات رذیلہ یا صفات نقصانیہ، اللہ تعالیٰ صفات حسنہ اور صفات کمالیہ سے متصف ہے، وہ صفات رذیلہ اور صفات نقصانیہ سے پاک ہے، اس کی کوئی صفت نقصان پہنچانے والی، ظلم کرنے والی، گناہ کروانے والی نہیں ہے، **گناہ، بھول، غلطی، ناانصافی اور ظلم** کا تعلق صفات رذیلہ یعنی صفات نقصانیہ سے ہے، جس ذات میں عیب ہو، نقص ہو، خرابی ہو وہی غلطی کرسکتی ہے، وہی گناہ کرسکتی ہے، وہی ناانصافی اور ظلم کرسکتی ہے، وہی بھول سکتی ہے، اللہ تعالیٰ صفات حسنہ اور صفات کمالیہ سے متصف ہے وہ تو ہر قسم کے عیب، نقص اور خرابیوں سے پاک ہے، چونکہ انسان اور جن میں صفات رذیلہ ہیں اس لئے انسان اور جن گناہ، ظلم، ناانصافی، بھول سب کچھ کرسکتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسا سوال کرنا ہی بیوقوفی، نادانی ہے، وہ اگر غلطی کرے یا ناانصافی کرے یا گناہ کروائے یا ظلم کرے تو پھر یہ کائنات کیسے چل سکتی ہے؟ مخلوقات کا کیا حال ہوگا؟ گناہ، غلطی، ناانصافی کا تعلق انسانوں اور جنوں سے ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کچھ اختیار و آزادی دی ہے اور ان کا صحیح اور غلط راستہ کا امتحان لیا جارہا ہے، ان کے بارے میں یہ سوال کیا جاسکتا ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہ:......اللہ تعالیٰ پاک ہے......کس سے؟

۞ **اللہ تعالیٰ پاک ہے ہر قسم کے عیب اور نقص اور خرابیوں سے۔**

ﷻ اللہ تعالیٰ پاک ہے ہر قسم کے عروج اور زوال سے۔
ﷻ اللہ تعالیٰ پاک ہے ہر قسم کی حاجتوں اور مجبوریوں سے۔
ﷻ اللہ تعالیٰ پاک ہے ہر قسم کے شرک سے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ:......اللہ تعالیٰ ہی تعریف اور شکر کے لائق ہے۔

اس لئے کہ تمام مخلوقات میں جو بھی خوبی اور کمالات ہیں وہ ان کے اپنے ذاتی نہیں، اللہ تعالیٰ کی عطا اور دین ہے، وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ظاہر کرتے ہیں، ان کا اپنا کمال اور خوبی کچھ بھی نہیں، اللہ تعالیٰ ہی شکر کے لائق اس لئے ہے کہ وہ تمام مخلوقات کی ہر ہر ضرورت کو اکیلا پوری کرتا ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا مخلوقات کی ضرورتوں کو پوری کرنے والا نہیں۔(''سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر'' کتاب دیکھئے)

اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑا کیوں مانا جاتا ہے؟

پیارے بچو! سب سے بڑا اللہ تعالیٰ ہے اس لئے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ وہی بناتا اور ان کی پرورش اور دیکھ بھال وہی کرتا ہے اور ہر چیز پر اسی کی حکومت ہے، اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے سورج نکلتا اور غروب ہوتا ہے، اسی کے حکم سے چاند، ستارے گردش کرتے ہیں، اسی کے حکم سے زمین، ہوا، پانی، درخت، جانور سب اپنا اپنا کام کرتے ہیں، اسی کے حکم سے کوئی پیدا ہوتا ہے اور کوئی مرتا ہے، اسی کے حکم سے بارش ہوتی ہے، اسی کے حکم سے زراعت اور پیداوار ہوتی ہے، اسی کے حکم سے دن رات بنتے اور آتے جاتے ہیں، کائنات کا ذرہ ذرہ اسی کے حکم سے حرکت کر رہا ہے، کائنات کی ہر چیز اس کے علم میں ہے، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں اور نہ کوئی چیز اس کی اطاعت و غلامی سے آزاد ہے، سب سے بڑی اسی کی طاقت ہے، کوئی نہ اس سے بڑا ہے اور نہ اس کے برابر ہے، اس جیسی قدرت و کمال کسی میں نہیں، وہ جب پکڑنے پر آتا ہے تو کوئی اس سے چھڑا نہیں سکتا، وہ جب حساب لینے پر آتا ہے کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا، اس پر کوئی حاکم نہیں وہی سب پر اکیلا حاکم ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا اقرار بار بار کیوں کرایا جاتا ہے؟

دن میں پانچ مرتبہ اذان کے ذریعہ اللہ اکبر کا اعلان بار بار کیوں ہوتا ہے؟ اور نماز کی ہر رکعت میں اللہ اکبر کا اقرار بار بار کیوں کرایا جاتا ہے؟ اس کی حکمت کو ذہن میں رکھو۔

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ انسانوں اور جنوں کو دنیا میں کچھ اختیار اور آزادی دے رکھی ہے جس کی وجہ سے انسان مختلف چیزوں پر اپنی بڑائی چلاتا ہے، مثلاً حکومت و اقتدار کے ذریعہ بڑائی چلاکر ظلم و زیادتی کرتا ہے، عدالتوں کے ذریعہ بڑائی چلا کر ناانصافی اور ظلم کرتا ہے، فوج اور پولیس کے ذریعہ بڑائی چلا کر ظلم و زیادتی اور ناانصافی کرتا ہے، سیٹھ، افسر، آقا اور شوہر بن کر بڑائی چلا کر ظلم و زیادتی کرتا ہے یا پھر نفس کی خواہش پر اپنی بڑائی چلاتا ہے، غرض مختلف چیزوں کو اس کے تحت اور تابع کیا گیا جس کی وجہ سے وہ اپنی بڑائی چلاتا ہے، انسان کو دن میں پانچ مرتبہ اذان کے ذریعہ نماز کی ہر رکعت میں بار بار اللہ اکبر کا اقرار اور اعلان کروا کر اس بات کی تعلیم اور احساس دلایا جارہا ہے کہ سب سے بڑا اللہ تعالیٰ ہے باقی تمام چیزیں چھوٹی ہیں، انسان بھی چھوٹا اور اصغر ہے، اس لئے اس کو زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ ہی کی بڑائی اختیار کر کے زندگی گذارنی چاہئے، آج انسان لوڈ اسپیکر کے ذریعہ دن میں پانچ مرتبہ اللہ اکبر کی صدا تو فضاؤں میں پہنچا رہا ہے مگر وہ آواز اس کے سینوں میں نہیں اتری اور داخل نہیں ہوئی، اس لئے وہ اپنے شادی بیاہ، تجارت و نوکری، دوستی و دشمنی، عدالت، پارلیمنٹ، حکومت، کمانے اور خرچ کرنے اور اوقات گذارنے میں اللہ کی بڑائی کے تحت زندگی گذارنے کے بجائے اپنی بڑائی یا دوسرے انسانوں کی بڑائی کے تحت زندگی گذار کر اللہ تعالیٰ کا باغی اور نافرمان بنا ہوا ہے۔

☆☆ اللہ ☆☆

اللہ تعالیٰ کا ذکر دلوں کو سکون بخشتا ہے

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۔ (الرعد:۲۸)

خبردار! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے۔

دنیا میں تمام انسان دولت، روپیہ پیسہ اور راحت کے سامان رکھتے ہوئے بھی سکون کی تلاش میں ملک در ملک پھرتے ہیں، سکون حاصل کرنے کیلئے ناچ گانا بجانا، فلمیں دیکھنا اور تفریحات کی جاتی ہیں، شراب اور زنا کیا جاتا ہے، مگر انسانوں کو سکون نہیں ملتا، انسان آج ترقی کرکے ہر قسم کا آرام اور عیش اپنے گھروں اور دُکانوں اور دفتروں میں پیدا کرلیا ہے، مگر اُسے سکون نہیں ملتا۔

اسلام نے انسان کو سکون حاصل کرنے کا راستہ یہ بتلایا کہ انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے تو اس کے دل کو سکون ملتا ہے، اس ارشاد کو سن کر بہت سے انسان بس زبان سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہتے ہیں مگر پھر بھی بے چین اور بے قرار رہتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ سکون حاصل کرنے کے لئے یہ لازمی شرط بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی کی جائے، اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی کے ساتھ اللہ کا ذکر کیا جائے تو یہ یاد کرنا دلوں کو سکون عطا کرتا ہے، لوگ عام طور پر اللہ کی عبدیت و بندگی تو نہیں کرتے، صرف زبان سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہتے ہیں، بے پردہ پھرنے والیاں، بے حیاء لباس پہننے والیاں، نماز نہ پڑھنے والے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو توڑنے والے، اللہ کے نام کو زبان سے ادا کرکے اللہ کے نام کی برکت اور سکون حاصل کرنا چاہتے ہیں، بتلایئے حرام مال کھا کر، لوگوں کے گھروں کو شادی بیاہ کے نام پر لوٹ کر، فضل خرچی کرکے اور رشوت کھا کر، ایک انسان اللہ اللہ کہہ کر کیسے سکون حاصل کرے گا؟ حالانکہ اس کا کھانا، اس کا کپڑا، اس کی سواری، اس کی رہنے کی جگہ سب کچھ حرام مال سے تیار کی گئی، اس پر تو اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے، حدیث کا مفہوم ہے کہ ایک شخص پراگندہ بال اور میلے کپڑوں سے دھول اور گرد میں لپٹا ہوا اللہ اللہ کہہ کر کعبۃ اللہ

کو لپٹتا ہے مگر اس کا کھانا حرام، کپڑا حرام، وہ کیسے اللہ تعالیٰ کو پا سکے گا؟ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے سکون حاصل نہیں کیا جا سکتا، دلوں کو سکون تو انہی لوگوں کو حاصل ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے ہوتے ہیں۔

اللہ والوں کا کہنا ہے کہ لفظ اللہ اسم اعظم ہے، مگر اس کو لینے والی زبان اور جسم بھی ٹھیک ہونا چاہئے، مثلاً گولی سے شیر، ہرن کا شکار کیا جاتا ہے مگر یہ کب ہوگا جب گولی کو بندوق سے پھینکا جائے، اگر کوئی ہاتھ میں یا غلیل میں رکھ کر مارے تو کوئی اثر نہیں ہوگا، اسی طرح غیبت کرنے والا، چغل خور، گالیاں بکنے والا یا حرام مال کھانے والے یا نماز نہ پڑھنے والے تو ان کی زبان سے یہ الفاظ کوئی اثر نہیں دکھاتے۔

ایمان والوں کو اچھی صحبتوں میں رہنے کی تعلیم

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ ۔

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

انسانوں کے لئے سچوں کی صحبت ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے تاکید کے ساتھ حکم فرمایا ہے کہ وہ نیک اور سچوں کی صحبت میں رہیں، صحبت انسان کے لئے تربیت کا بہت اہم حصہ ہے، اگر ایک بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کو اس کے ماں باپ سے علحدہ کر دیا جائے اور جانوروں میں چھوڑ دیا جائے تو وہ اپنی مادری زبان بھی نہیں بول سکتا اور جانوروں جیسا کلچر سیکھ جاتا ہے، چنانچہ اکثر لوگ جو تہذیب و تمدن سے دور رہتے ہیں، اچھے ماحول اور کلچر سے دور رہتے ہیں، وہ بے حیائی، بے شرمی اور جائز اور ناجائز، حرام و حلال کی تمیز نہیں رکھتے، چنانچہ اکثر گاؤں میں بعض مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر بول و براز کرتے ہیں، ان کو شرم و حیا نہیں معلوم رہتی، اکثر کپڑے پہن کر بھی برہنہ رہتے ہیں، بعض لوگوں کو بات کرنے کی تمیز نہیں ہوتی، یہ تو انسانی تہذیب کا تقاضہ ہے کہ وہ اپنی بنیادی صفات کے ساتھ زندگی گذارے، اللہ تعالیٰ اس آیت میں تقویٰ اختیار کرنے اور سچوں کی صحبت میں رہنے کی تاکید فرما رہا

ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حقیقت میں سچے انسان کون ہیں؟ انسانوں میں سچے انسان وہ ہیں جو اللہ کی زمین پر رہ کر اللہ کے آسمان کے نیچے سو کر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کو پہچانتے اور مانتے ہیں اور صحابہؓ جیسا ایمان رکھتے اور زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت وغلامی کرنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل میں زندگی گذارتے ہیں، اگر انسان ایسے لوگوں کے ساتھ رہا تو انشاء اللہ اس کو اپنے جسم کے اعضاء اور دنیا کی چیزوں کا استعمال اللہ کی مرضی کے مطابق کرنا آجائے گا اور اس میں تقویٰ وپرہیزگاری برقرار رہے گی۔

سچوں کی صحبت کے لئے یہ غور کرو اور اس مثال کو ذہن میں رکھو! گلاب کا پودا جس زمین پر لگایا جاتا ہے تو گلاب کی پتیاں اس مٹّی پر گرنے کی وجہ سے اس مٹّی میں بھی گلاب کی خوشبو آجاتی ہے، حدیث میں یہ تعلیم دی گئی کہ انسان لوہار سے دوستی نہ بھی کرے، اگر وہ لوہار کی دُکان کے قریب بیٹھے تب بھی اس دُکان کی گرد وغبار اور دھواں اس کے کپڑوں اور جسم اور چہرے کو خراب کردے گا اور اگر انسان عطر کی دُکان والے سے دوستی نہ بھی کرے اگر اس کے قریب بیٹھا رہے تو عطر کی خوشبو سونگھ لے گا، اس لئے اللہ تعالیٰ کی اس تاکید پر ہم کو چاہئے ہمیشہ چور، ڈاکو، گالیاں دینے والے، بے حیا وبے شرم، شرک وکفر کرنے والے، نماز سے دور رہنے والے، فلمیں دیکھنے والے، لڑکیوں کے پیچھے رہنے والے، بچوں کے ساتھ نہ رہیں دور رہیں اور ہمیشہ اپنے آپ کو ایسے لوگوں کے ساتھ رکھیں جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے، اللہ کے لئے ہر کام کرتے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وغلام کرتے ہیں، یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی تاکید ہے جو اس سے فائدہ اٹھائے گا وہ کامیاب زندگی گذار سکے گا۔

اس آیت میں دو احکام دئے گئے، اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور اس تقوے کی حفاظت کے لئے ایمان والوں کی صحبت میں رہو، بے ایمانوں اور نافرمانوں کی صحبت میں رہنے سے تمہارا ایمان بھی کمزور ہو جائے گا اور تقویٰ بھی ختم ہو جائے گا۔

کفر کی مختصر تفصیل کو ذہن میں رکھیئے!

س: کفر سے کیا مراد ہے؟

ج: دنیا میں کچھ انسان ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بالکل مانتے ہی نہیں اور سمجھتے ہیں کہ دنیا خود بخود بن گئی ہے اور خود بخود چل رہی ہے، وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے، بس پیدا ہونا، عیش کرنا اور پھر مر جانا ہے، دنیا کا نہ کوئی مالک ہے اور نہ خالق، وہ کسی پیغمبر کو، کسی آسمانی کتاب کو، تقدیر کو، آخرت کو اور فرشتوں کو سرے سے مانتے ہی نہیں، ان کے نزدیک مذہب کا تصور غلط تصور ہے، بس اسی انداز سے سوچ کر کفر کرتے ہیں اور کافر بن جاتے ہیں، ایسے لوگوں کو دہریہ کہتے ہیں۔

کافر کی حقیقت:۔ کافر کا لفظ کوئی گالی نہیں ہے بلکہ یہ انسان کے غلط عقیدہ، عمل اور حیثیت کو ظاہر کرتا ہے، جیسے لفظ بھنگی کوئی گالی کا لفظ نہیں ہے بلکہ انسان کی ایک حیثیت اور عمل کو ظاہر کرتا ہے، اسی طرح لفظ کافر بھی انسان کی ایک غلط حالت اور حیثیت کا اظہار کرتا ہے، کوئی بھی انسان اپنے خیال، عمل اور عقیدہ کی وجہ سے کافر بنتا ہے، کافر عربی زبان کا ایک لفظ ہے جو لفظ کفر سے نکلا ہے، کفر کی معنی چھپانے کے ہیں، اسی سے انکار کا مفہوم پیدا ہوتا ہے، اسی طرح کفر کے معنی ہیں چھپانے اور انکار کرنے کے، کسان کو عربی زبان میں کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بیج کو زمین میں چھپا دیتا ہے۔

قرآن مجید میں کفر کا لفظ ایمان کے مقابلہ میں بولا گیا ہے، ایمان کے معنی ہیں ماننا، قبول کرنا، تسلیم کرنا، اس کے برعکس کفر کے معنی ہیں نہ ماننا، رد کر دینا، انکار کرنا، غرض اسلام میں کافر اس کو کہتے ہیں جو دین کی بنیادی اور ضروری باتوں کا سرے سے انکار کر دے یا کچھ باتوں کو مانے اور کچھ باتوں کا انکار کر دے۔

کفر کی تفصیل ذہن نشین کرلو!

☆ اللہ تعالیٰ کے وجود کا یا اس کی کسی صفت کا انکار کرنا کفر ہے۔

☆ پیغمبروں اور رسولوں کا انکار کرنا کفر ہے۔

☆ پیغمبروں اور رسولوں میں کسی کو ماننا اور کسی کا انکار کرنا کفر ہے۔

☆ تمام نبیوں، تمام پیغمبروں اور تمام رسولوں کو ماننے کے باوجود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکا کرنا کفر ہے۔

☆ آسمانی کتابوں کا انکار کرنا کفر ہے

☆ کچھ کتابوں کو مان کر کچھ کتابوں کا انکار کرنا کفر ہے۔

☆ تمام آسمانی کتابوں کو ماننا لیکن قرآن مجید کا انکار کرنا کفر ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کو ماننا لیکن شریعت کی کسی بنیادی اور ضروری بات کا انکار کرنا کفر ہے۔

☆ آخرت اور حساب وکتاب کے دن کا انکار کرنا کفر ہے۔

☆ آخرت یا دوبارہ پیدا ہونے میں شک کرنا کفر ہے۔

☆ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی آخری وحی ماننے میں شک کرنا کفر ہے۔

☆ قرآن مجید کے بعد کسی اور کتاب کو آسمانی کتاب ماننا کفر ہے۔

☆ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو بھی نبی، پیغمبر یا رسول ماننا کفر ہے۔

☆ دین کے کسی حکم کو حقیر سمجھنا کفر ہے۔

☆ کسی نبی یا رسول کی شان میں گستاخی کرنا یا توہین کرنا کفر ہے۔

☆ شراب کو بسم اللہ کہہ کر پینا کفر ہے۔

☆ بسم اللہ پڑھ کر خنزیر کا گلا کاٹنا کفر ہے۔

☆ قصداً نماز چھوڑنا یا کسی مسلمان کو قتل کرنا کافرانہ عمل ہے۔

☆ تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ، کفر اور شرک ہے۔

شرک کی تفصیل پہلے پڑھ چکے ہو۔

کوئی بھی انسان جب اپنے غلط عقیدہ، عمل اور حیثیت کو چھوڑ کر دین اسلام کی تمام بنیادی اور ضروری باتوں کو اسی طرح دل سے مان لے جس طرح ماننے کی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے تو وہ انسان کفر سے نکل کر ایمان والا بن جاتا ہے اور اس کی کفر والی حیثیت اور حالت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔

کفر کے پیدا ہونے کی وجوہات:۔ پیارے بچو! حضرت علامہ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حسب ذیل چار چیزوں کو کفر کے اسباب بتائے ہیں:

(۱)تکبر (۲)حسد (۳)غصہ (۴)خواہشاتِ نفسانی۔

عام طور پر انہی چار چیزوں کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کا انکار کرتا ہے اور کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

آؤ! اب ذرا غور کریں کہ ان چار چیزوں سے انسان کفر میں کیسے مبتلا ہوتا ہے؟

(۱)تکبر:۔ ابلیس کے تعلق سے قرآن مجید یہ بیان کرتا ہے کہ اس نے تکبر کیا اور اللہ تعالیٰ کے دربار سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مردود قرار دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اور اس کو حکم دیا کہ وہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں، فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تعمیل کی لیکن اس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اس کی وجہ یہ بتلائی کہ آدمؑ مٹی سے بنے ہیں اور میں آگ سے، آگ ہمیشہ بلندی پر رہتی ہے، مٹی نیچے رہتی ہے، اس نے اپنے آپ کو برتر، بڑا، اونچا اور اعلیٰ خیال کیا اور آدمؑ کو کمتر اور نیچا، چنانچہ اپنے برتر ہونے کی خوش فہمی میں اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم نہ مانا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

مدینہ کے یہود اپنے آپ کو پیغمبروں اور ولیوں کی اولاد سمجھتے تھے اور یہ تصور رکھتے تھے کہ تمام لوگوں میں وہی علم والے اور مرتبہ والے ہیں، وہ مکہ اور مدینہ کے عرب لوگوں کو ادنیٰ اور حقیر سمجھتے تھے، چنانچہ اسی تکبر میں انہوں نے نبی امی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا نبی ماننے سے انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہ مانا، شیطان کے تکبر نے شیطان کو حضرت آدمؑ کے سامنے سجدہ سے روک دیا اور یہود کے تکبر نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا نبی ماننے سے انکار کر دیا۔

کبر یعنی تکبر انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے سے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری سے روکتا ہے، موجودہ زمانہ میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں میں تکبر ہوتا ہے وہ سلام نہیں کرتے، پڑوسیوں اور محلّے والوں سے ملنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں، غریبوں اور کم عہدے والوں کے بازو میں بیٹھنا اور ان کو اپنے بازو میں بٹھانا گوارا نہیں

کرتے، نماز ادا کرنے کیلئے مسجد نہیں جاتے، پردہ اختیار کرنے میں بے عزتی گراوٹ سمجھتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر چلنا اپنی بے عزتی اور کمتری سمجھتے ہیں، ان کی گفتگو کے انداز، ان کے کپڑوں کے انداز اور ان کے چال ڈھال میں تکبر ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو جان بوجھ کر توڑتے اور انکار کرتے ہیں، **تکبر کے پیدا ہونے والے اسباب میں خاندان، حسن، دولت، علم اور اقتدار بہت بڑے ذرائع ہیں۔**

(۲) حسد:۔ یہود اور نصاریٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیوں کرتے تھے؟ اس کی سب سے بڑی وجہ حسد تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی بشارتیں تورات وانجیل میں موجود تھیں، یہودی لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے آخری نبی کے انتظار میں تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ آخری پیغمبر ان میں نہیں آئے بلکہ بنی اسماعیل میں پیدا ہوئے اور یہ فضیلت بنی اسماعیل کو مل گئی، حالانکہ کثرت سے انبیاء بنی اسحاق میں آئے تھے تو جان بوجھ کر اور اپنی اولاد سے زیادہ پہچاننے کے باوجود حسد کی وجہ سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے آخری نبی کا انکار کیا اور کفر پر اُتر آئے، اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول نہ ماننے کا سبب ان کا حسد بن گیا، اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ماننے میں حسد بھی بہت بڑا مرض ہے جس کی وجہ سے انسان حق کا انکار کرتا ہے۔

پیارے بچو! حسد کیا ہے؟ دراصل اللہ تعالیٰ کے فیصلہ سے ناراض ہونا ہے، دنیا میں بہت سے انسانوں کو اللہ تعالیٰ بہت سی نعمتوں سے نوازتا ہے، کسی کو علم، کسی کو دولت، کسی کو صالح اولاد، کسی کو حسن وخوبصورتی وغیرہ دیتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے وہ جس کو جو چاہتا ہے دیتا ہے، اس کو معلوم ہے کہ کس کو کتنا دینا ہے، کس کو کم اور کس کو زیادہ دینا ہے، اب کسی پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت دیکھ کر یہ خواہش کرنا کہ اس کے پاس یہ چیز نہ رہے ہمارے پاس آجائے یا وہ اس نعمت سے محروم ہوجائے، تو یہ گویا اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہ ہونا ہے، انسان حسد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی تقسیم کو پسند نہیں کرتا، حسد میں خود انسان ہی کا نقصان ہے، حسد کی وجہ سے حاسد انسان کسی کی بھی نصیحت قبول نہیں کرتا ہے، حق بات کا بھی انکار کر دیتا ہے کیونکہ حسد حق بات کے قبول کرنے میں رکاوٹ بنتا ہے، بنی اسرائیل کو

یہی حسد تھا کہ اللہ تعالیٰ کا آخری نبی ان میں کیوں نہیں آیا؟ بنی اسماعیل میں کیوں آیا؟ اس لئے وہ حسد میں مبتلا ہو کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر بیٹھے۔

موجود زمانہ میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ حسد کی وجہ سے ایک علم والا دوسرے علم والے کو نہیں مانتا، حسد کی وجہ سے دوسرے کو نقصان پہنچاتا ہے، حسد کی وجہ سے دوسرے کی توہین کرتا ہے، بے عزتی کے جملے کہتا ہے، کمزوریوں اور عیبوں کی تشہیر کرتا ہے، حسد کی وجہ سے جھوٹا پروپیگنڈا کرتا ہے، بہتان اور چغلی کی جاتی ہے۔

(۳) غصہ:۔ غصہ انسان کو دین پر قائم رہنے نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے جھکنے سے روکتا ہے، غصہ انسان کو عدل پر قائم رہنے نہیں دیتا، انصاف کرنے نہیں دیتا، زیادتی کرواتا ہے، انسان میں بے اعتدالی کی کیفیت پیدا کرتا ہے، غصہ کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے حکموں کو توڑتا اور ان کا انکار کرتا ہے، مشرکینِ مکہ کو یہ غصہ تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے معبودوں کو بے حیثیت کہتے ہیں، وہ ان کے معبودوں کو جھوٹے قرار دیتے اور صرف ایک اللہ تعالیٰ کی پرستش کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

چنانچہ موجودہ معاشرہ میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ انسان میں جب غصہ آجاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی سے دور ہو کر اپنے ہی بھائی بہن کو قتل کر ڈالتا ہے اور کسی کا حق دبا لیتا ہے، غصہ کی وجہ سے بیوی شوہر کی، اولاد ماں باپ کی توہین اور بے عزتی کر دیتے ہیں اور بعض وقت غصہ کی حالت میں شوہر بیوی کو طلاق دے کر بعد میں پچھتاتا ہے اور بعض لوگ غصہ میں گالیاں بھی دیتے ہیں اور کوئی گھر کا سامان توڑ پھوڑ دیتے ہیں، اس لئے اسلام غصہ کو پی جانے اور ضبط کرنے کا حکم دیتا ہے، البتہ غصہ حکمِ الٰہی کے تحت کرنے کی اجازت دیتا ہے اور موقع محل سے غصہ کے استعمال کا حکم دیتا ہے۔

(۴) نفسانی خواہشات:۔ نفسانی خواہش بھی انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مقابل، باپ دادا کے رسم و رواج پر چلاتی ہے اور رب چاہی زندگی سے ہٹا کر من چاہی زندگی گذارنے پر مجبور کرتی ہے، دنیا میں سینکڑوں انسان ایسے ہیں جو بُت کی پوجا تو نہیں کرتے مگر نفس کے بندے اور غلام بن کر

اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل سے انکار کرتے ہیں، نفسانی خواہشات پر چلتے ہیں اور جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے احکام توڑتے ہیں۔

ذرا غور کرو تو اچھی طرح سمجھ میں آئے گا کہ نفسانی خواہشات انسان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی راہ پر جان بوجھ کر کس طرح ڈالتی ہیں اور ان کی وجہ سے انسان کفر میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے۔

☆☆ اللہ ☆☆

منافق کی مختصر تفصیل ذہن میں رکھو!

س: منافق کسے کہتے ہیں؟

ج: پیارے بچو! منافق اس انسان کو کہتے ہیں جو دکھاوے کے لئے صرف زبان سے کلمہ پڑھے، مگر دل سے ایمان قبول نہ کرے، منافق زبان سے اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے مگر حقیقت میں دل سے مسلمان نہیں ہوتا، وہ جب مسلمان سے ملتا ہے تو کہتا ہے کہ وہ بھی ایمان والا اور مسلمان ہے، لیکن جب کافروں اور مشرکوں سے ملتا ہے تو کہتا ہے کہ وہ مسلمان نہیں صرف دکھاوے اور دھوکہ دینے کے لئے مسلمانوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے۔

وہ نماز، روزہ اور حج اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتا ہے، خیر خیرات بھی نام ونمود کے لئے کرتا ہے۔

پیارے بچو! ذیل کی چیزیں منافق کی خصلت ہیں۔

- منافق آدمی جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی بات کو سچ بتلاتا ہے۔
- وہ جب بات کرتا ہے تو گالی دیتا ہے۔
- وہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔
- وہ جب کوئی وعدہ کرتا ہے تو اس کو پورا نہیں کرتا۔
- منافق کے پاس کوئی امانت رکھی جاتی ہے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے۔
- جو منافق ہوتا ہے وہ مسلمانوں کے غائبانہ میں اللہ تعالیٰ کا، نبی کا اور دین کی باتوں کا مذاق اڑاتا ہے۔
- منافق کو نماز ادا کرنا بہت بھاری معلوم ہوتا ہے، وہ ہمیشہ بے دلی سے مسجد آتا اور نماز ادا کرتا ہے، اس کو فجر اور عشاء کی نماز بہت مشکل معلوم ہوتی ہے۔

☆☆ قرآن مجید منافقوں کی صفات بیان کرتا ہے تاکہ ایمان والے ان صفات سے دور رہیں اور منافقین سے دھوکہ نہ کھائیں، چنانچہ قرآن مجید میں منافقوں کی جو صفات

بیان کی گئی ہیں ان کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ:

- منافق لوگ برائی کا حکم کرتے اور بھلائی سے روکتے ہیں۔(توبہ)
- اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مال دینے کو منافق آدمی زبردستی جرمانہ سمجھتا ہے۔(توبہ)
- منافق گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا اور تاویلات کے ذریعہ ثواب ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔
- منافق لوگ زندگی کے کاروبار میں قانون الٰہی کا لحاظ نہیں رکھتے بلکہ محض اپنے ذاتی فائدہ کے لئے بلا کسی مجبوری کے انسانی قوانین کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔
- قرآن اور حدیث کی روشنی میں کوئی فیصلہ ان کے خلاف ہو جائے تو اس فیصلہ کو نہیں مانتے، چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں منافق اپنے مقدمات کو اپنے خلاف ہونے کے ڈر سے اسلامی عدالت کے بجائے یہود نصاریٰ کے پاس لے جاتے اور اپنے خلاف نبی کے فیصلوں کو نہیں مانتے تھے۔
- منافق بزدل ہوتے ہیں، وہ خدا سے ڈرنے کے بجایئے بندوں سے ڈرتے ہیں، لوگوں سے ایسا ڈرتے ہیں جیسا خدا سے ڈرنا چاہئے۔
- اسلام اور مسلمانوں کی ترقی سے منافق جلن اور حسد میں مبتلا ہوتے ہیں اور جب مسلمانوں کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو دل ہی دل میں خوش ہوتے ہیں۔
- منافق آدمی مسلمانوں میں رہ کر دشمنانِ اسلام سے ساز باز کرتا ہے۔(مجادلہ)
- منافق اندر ہی اندر سے اسلام کی جڑیں کاٹنے اور کمزور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
- منافق آدمی دولت وراحت اور دنیوی جاہ واقتدار کیلئے دوغلی روش اختیار کرتا ہے۔
- اسلام اور کفر کے مقابلہ میں منافق آدمی اپنے مفاد کی فکر کرتا ہے۔
- منافق کو جب اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے (مسلمانوں) کی اجتماعی خدمت کے لئے بلایا جاتا ہے تو وہ بہانے تلاش کر کے جھوٹ بولتا ہے اور اگر کبھی آ کر شامل بھی ہو جاتا ہے تو دل سے راضی نہیں رہتا۔
- منافق آدمی مسلمانوں میں گھبراہٹ پھیلانے اور مسلمانوں کے حوصلے پست

کرنے کے لئے غلط افواہیں پھیلاتا ہے۔

❁ منافق آدمی مسلمانوں کے رہنماؤں اور رہبروں کے خلاف بدگمانیاں پھیلاتا ہے، ان کی خانگی زندگی کے تعلق سے طرح طرح کے افسانے گھڑتا ہے اور مسلمانوں کے اخلاقی کردار کو متاثر کرتا ہے۔

❁ منافق آدمی اسلام کے خلاف طرح طرح کے شبہات اور وسوسے پھیلا کر اللہ کے بندوں کو اللہ کی راہ سے روکتا ہے۔ (مجادلہ)

❁ قرآنی آیات سن کر مومنوں کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے لیکن منافق میں نفاق اور بڑھ جاتا ہے۔ (توبہ)

❁ مومن اور منافق میں فرق یہ بھی ہوتا ہے کہ مومن اپنے قصوروں کا اعتراف کرتا ہے اور منافق مکر وفریب کر کے اپنے آپ کو بے قصور ظاہر کرتا ہے۔ (توبہ)

❁ منافق اپنی جان و مال کی قربانی کرنے کے لئے تیار نہیں رہتا، مال سے اس کو بے حد محبت ہوتی ہے، چنانچہ وہ جہاد میں جانے سے کتراتا ہے لیکن جب مال غنیمت آتا ہے تو مسلمانوں کے استقبال کے لئے آگے آگے آتا ہے تاکہ اپنے آپ کو بھی مالِ غنیمت کا حقدار بتائے اور بنا سکے۔

❁ منافق آدمی اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے والوں کا مذاق اڑاتا اور ان پر جملے کستا ہے، دولتمند مسلمان جب دل کھول کر اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں تو ان پر ریاکاری کا الزام لگاتا ہے اور غریب مسلمان جب اپنی محنت مزدوری کا تھوڑا مال اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دیتا ہے تو منافق آدمی اس کا یہ کہہ کر مذاق اڑاتا ہے کہ یہ لو، یہ صاحب مچھر کی ٹانگ لیکر آئے ہیں، کیا اس سے روم وفارس فتح ہوں گے۔

❁ منافقین اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ نے ان کو اپنے فضل سے نوازا تو وہ اللہ کے راستہ میں خرچ کریں گے اور صالح بن جائیں گے مگر جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو دولتمند کر دیتا ہے تو وہ بخل اور کنجوسی کرتے ہیں اور اپنے عہد سے پھر جاتے ہیں، ان کو اپنے عہد کی پرواتک نہیں رہتی۔

فاسق وفاجر کی مختصر تفصیل ذہن میں رکھو!

س: فاسق وفاجر کسے کہتے ہیں؟

ج: پیارے بچو! فاسق اور فاجر دونوں کے معنی ایک ہی ہے، یہ دونوں لفظ فسق وفجور سے نکلے ہیں۔

- فسق کے معنی اپنی حد سے آگے بڑھ جانا۔
- فاسق کے معنی اپنی حد سے آگے بڑھ جانے والا۔
- فجور کے معنی نافرمانی اور گناہ کرنا۔
- فاجر کے معنی نافرمانی اور گناہ کرنے والا۔
- فاسق اور فاجر انسان ایمان رکھتا ہے مگر عمل نہیں کرتا۔
- جان بوجھ کر گناہ کو گناہ جانتے ہوئے نافرمانی کرتا ہے۔
- کلمہ پڑھنے کے بعد اپنا نام مسلمانوں جیسا رکھتا ہے۔
- ختنہ کرواتا ہے، قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی کتاب مانتا ہے۔
- نماز کو فرض جاننے کے باوجود جان بوجھ کر نماز نہیں پڑھنے والا فاسق وفاجر ہے۔
- پردہ کو فرض جاننے کے باوجود جان بوجھ کر بے پردہ پھرنے والی فاسقہ وفاجرہ ہے۔
- شراب کو حرام جاننے کے باوجود جان بوجھ کر شراب پینے والا فاسق وفاجر ہے۔
- ناچ گانوں کو حرام جاننے کے باوجود جان بوجھ کر ناچ گانوں سے مزا لینے والا فاسق وفاجر ہے۔
- رسم ورواج کو ناجائز اور حرام جاننے کے باوجود جان بوجھ کر نفسانی خواہشات کے تحت رسم ورواج کرنے والا فاسق وفاجر ہے۔
- فضول خرچیوں کو حرام جاننے کے باوجود جان بوجھ کر فضول خرچی کرنے والا فاسق وفاجر ہے۔

- سود کو حرام جاننے کے باوجود جان بوجھ کر سود کھانے والا فاسق وفاجر ہے۔
- رشوت کو حرام اور ناجائز جاننے کے باوجود جان بوجھ کر رشوت کھانے والا فاسق وفاجر ہے۔
- ایمان کا دعویٰ کرنے کے بعد گالیاں دینا، فحش باتیں کرنا، بے حیائی اور بے شرمی کے اعمال اختیار کرنے والا فاسق وفاجر ہے۔
- جان بوجھ کر داڑھی منڈانے والا فاسق وفاجر ہے۔
- یہود ونصاریٰ کی نقل میں برت ڈے، میرج ڈے منانے والا فاسق وفاجر ہے۔
- عیسوی سال کے شروع اور ختم پر راتوں میں جشن منانے والا فاسق وفاجر ہے۔
- خاص خاص دن اور مہینے میں غریبوں کو اعلان کر کے گھروں کے سامنے بٹھا کر اور انتظار کروا کر نام ونمود کیلئے کھانا کھلانے والا اور زکوٰۃ تقسیم کرنیوالا فاسق وفاجر ہے۔
- شادی ودیگر تقاریب میں ڈھول تاشا اور باجا بجا کر ناچنے اور گانے والے فاسق اور فاجر ہیں۔
- فلم ایکٹروں کی طرح شکل وصورت بنانے والے اور ان کی طرح فیشن اختیار کرنے والے فاسق اور فاجر ہیں۔
- یہود ونصاریٰ کے طرز اور کلچر پر زندگی گذارنے والے فاسق وفاجر ہیں۔
- لوگوں کا ناجائز طریقہ سے جوڑے گھوڑے کے نام پر یا جہیز کے نام پر مال وصول کرنے والے فاسق وفاجر ہیں۔
- لڑکی والوں سے جبراً دعوت مانگنے اور رسم ورواج کرنے والے فاسق وفاجر ہیں۔
- مسجد میں بلند آواز سے بات کرنے اور لڑائی جھگڑا کرنے والا فاسق وفاجر ہے۔
- پڑوسیوں کو ستانے اور تکلیف دینے والا فاسق وفاجر ہے۔

☆☆ اللہ ☆☆

بدعت کی مختصر تفصیل ذہن میں رکھو!

س: بدعت کسے کہتے ہیں؟

ج: پیارے بچو! دین اسلام کامل اور مکمل ہے، اس میں انسانوں کو ناخن کاٹنے سے لیکر دفن کرنے تک کے تمام اصول اور طریقے بتلادئے گئے ہیں، ہر چیز پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی موجود ہے، اب اگر کوئی انسان قرآن وحدیث اور صحابہ کرامؓ کے طریقوں سے ہٹ کر دین میں ثواب سمجھ کر کسی چیز کا اضافہ کرے یا کمی کرے تو یہ جہالت، گمراہی اور بدعت ہوگی اور بدعت پر عمل کرنے والا بدعتی کہلائے گا، بدعتی کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔

- مثلاً مسلمانوں کے لئے دو عیدیں مقرر کی گئی ہیں، اب اگر کوئی مزید ایک عید کا اضافہ کرلے تو وہ بدعت ہوگی۔
- قبروں پر چادر چڑھانا، چراغ جلانا، عرس کرنا اور صندل لگانا وغیرہ بدعت ہے۔
- کسی صحابی اور بزرگ کے نام کا جھنڈا لگانا تعزیہ اور پنکھا نکالنا بدعت ہے۔
- محرم میں کسی خاص قسم کے کپڑے پہننا اور ماتم کرنا بدعت ہے۔
- کسی بھی نفل عمل کو اجتماعی شکل میں کرنا ضروری سمجھنا بدعت ہے۔
- عصر کی نماز کے فوراً بعد سب مصلیوں کا باہم مصافحہ کرنا بدعت ہے۔
- میت کے نام پر خاص دن اور خاص وقت میں غریبوں کے بجائے میت میں شریک ہونے والوں کو کھانا کھلانا بدعت ہے۔
- میت کو دفن کرنے سے پہلے قبر میں اذان دینا یا کوئی کتاب میت کے ساتھ رکھ کر دفن کرنا بدعت ہے۔
- میت کے بعد زیارت، دسواں، بیسواں، چالیسواں کرنا بدعت ہے۔
- اذان سے پہلے سلام بھیجنا بدعت ہے وغیرہ وغیرہ۔
- اجتماعی شکل میں بلند آواز کے ساتھ مسجد میں سلام پڑھنا بدعت ہے۔

کلمہ کا اقرار کرنے کے بعد کس طرح کا یقین ہونا چاہئے؟

کلمہ کا اقرار کر کے ایک ایمان والا اس طرح کا یقین رکھتا ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — نہیں ہے کوئی عبادت وغلامی کی لائق سوائے اللہ تعالیٰ کے۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — نہیں ہے کوئی پیدا کرنے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — نہیں ہے کوئی پالنے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — نہیں ہے کوئی رحم کرنے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — نہیں ہے کوئی معاف کرنے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — نہیں ہے کوئی حساب لینے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — نہیں ہے کوئی مدد کرنے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — نہیں ہے کوئی موت دینے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — نہیں ہے کوئی عزت دینے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — نہیں ہے کوئی کامیابی دلانے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — نہیں ہے کوئی بچانے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — نہیں ہے کوئی اولاد دینے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — نہیں ہے کوئی قدرت رکھنے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — نہیں ہے کوئی مصیبت سے بچانے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — نہیں ہے کوئی شفاء دینے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — نہیں ہے کوئی حاکم سوائے اللہ تعالیٰ کے۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — نہیں ہے کوئی زندگی دینے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — نہیں ہے کوئی رزق دینے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — نہیں ہے کوئی مالک وملِک سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکم کے بغیر پتہ بھی نہیں ہلتا، اگر کوئی چوری کرنا چاہ رہا ہے،

کوئی کسی کا قتل کرنا چاہ رہا ہے، کوئی کسی کی عزت لوٹنا چاہ رہا ہے، کوئی کسی کو تکلیف دینا چاہ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ جب تک چھوٹ نہیں دیتا کوئی کچھ بھی نہیں کرسکتا۔

جب بندہ برائی کرنا چاہتا ہے اور اگر وہ اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف برائی کو برائی جان کر بھی برائی اور گناہ کے راستہ کو پسند کررہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی پسند اور چاہت پر اس کو اس راستہ کی چھوٹ دیدیتا ہے تب ہی وہ اپنا کام کرسکتا ہے، اس لئے کہ یہ دنیا امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے اور یہاں انسان کو اچھے اور برے کام کرنے کی آزادی واختیار دیا گیا ہے، اس لئے انسان کو یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ شر اور خیر سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ نے برائی کرنے کا اختیار دیا ہے اس لئے کوئی برائی کررہا ہے۔

اسی طرح یہ یقین رکھنا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو مجھ پر موت آئے گی، جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو کوئی میرا نقصان کرسکے گا، جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو مجھے کامیابی اور فائدہ حاصل ہوگا، جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو مجھے عزت مقام اور مرتبہ ملے گا، اللہ تعالیٰ کی اگر مرضی نہ ہو تو نہ کوئی مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے، نہ مجھے مارسکتا ہے، نہ ذلیل کرسکتا ہے اور نہ مدد کرسکتا ہے اور نہ مجھے بچا سکتا ہے۔

کتّے پر جب پتھر مارا جاتا ہے تو کتا پتھر کی طرف نہیں بھاگتا بلکہ جس کے ہاتھ سے پتھر نکلا ہے اسی کی طرف بھاگتا ہے، اسی طرح انسان پر جو بھی حالات آئیں گے ایمان والے حالات اور اسباب کی طرف نگاہ نہیں دوڑاتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف نگاہ رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے رجوع ہوتے ہیں، اسی کو پکارتے، اسی سے مدد مانگتے، اسی سے التجا کرتے، اسی کو مناتے ہیں، اسی کے آگے سجدہ کرتے، اسی کے سامنے روتے، گڑگڑاتے اور اسی سے معافی مانگتے ہیں، اسی کو حقیقی طاقت وقوت والا سمجھتے اور کارساز مانتے ہیں، دنیا کی چیزوں کو بے حقیقت اور بے وزن کمزور سمجھتے ہیں۔

☆☆ اللہ ☆☆

حصہ دوم میں سلسلہ جاری ہے

(شیخ الحدیث دار العلوم سبیل السلام صلالہ بارکس)

	ایمان کے فائدے		کفر کے نقصانات
☆	ایمان کی وجہ سے انسان اللہ سے واقف رہتا ہے۔	۞	کفر کی وجہ سے انسان اللہ ناواقف رہتا ہے۔
☆	ایمان کی وجہ سے انسان سے قریب ہوتا ہے۔	۞	کفر کی وجہ سے انسان اللہ سے دور رہتا ہے۔
☆	ایمان کی وجہ سے انسان کیلئے صحیح علم کے دروازے کھول جاتے ہیں۔	۞	کفر کی وجہ سے انسان کیلئے صحیح علم کے دروازے بند رہتے ہیں۔
☆	ایمان کی وجہ سے انسان رب چاہی زندگی گذار کر نیکیاں کماتا ہے۔	۞	کفر کی وجہ سے انسان من چاہی زندگی گذار کر گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے۔
☆	ایمان کی وجہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا صحیح استعمال کرتا ہے۔	۞	کفر کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے۔
☆	ایمان کی وجہ انسان شکر گذار زندگی کرتا ہے۔	۞	کفر کی وجہ سے انسان ناشکری کی زندگی گذارتا ہے۔
☆	ایمان کی وجہ سے انسان زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے۔	۞	کفر کی وجہ سے انسان زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔
☆	ایمان کی وجہ سے انسان اللہ کی نعمتوں کی قدر کرتے ہوئے ان کو صحیح استعمال کرتا ہے۔	۞	کفر کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کرتے ہوئے ان کا غلط استعمال کرتا ہے۔
☆	ایمان کی وجہ سے زمین پر امن قائم کرتا ہے۔	۞	کفر کی وجہ سے زمین پر فساد برپا کرتا ہے۔
☆	ایمان کی وجہ سے انسان کامیاب زندگی گذارتا ہے۔	۞	کفر کی وجہ سے انسان ناکام زندگی گذارتا ہے۔
☆	ایمان کیوجہ سے انسان اللہ کی رحمت میں ہوتا ہے۔	۞	کفر کی وجہ سے انسان اللہ کی لعنت میں ہوتا ہے۔
☆	ایمان کی وجہ سے انسان جنتی بنتا ہے۔	۞	کفر کی وجہ سے انسان دوزخی بنتا ہے۔
☆	ایمان کی وجہ سے انسان کو قلبی سکون ملتا ہے۔	۞	کفر کی وجہ سے انسان قلبی سکون سے محروم رہتا ہے
☆	ایمان کی وجہ سے انسان اللہ کی پسندیدہ بندہ بنتا ہے	۞	کفر کی وجہ سے انسان اللہ کا ناپسندیدہ بندہ بنتا ہے
☆	ایمان کی وجہ سے انسان اللہ کے قریب رہتا ہے	۞	کفر کی وجہ سے انسان شیطان کے قریب رہتا ہے